اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
جولائی ۱۹۹۲ء

جلد ۲۷
شمارہ ۱۰

بانی
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون : عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ -/۶۰ روپے فی پرچہ -/۶ روپے بیرون ملک بحری ڈاک -/۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک -/۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

○ دو راستوں میں ایک کا انتخاب ـــــ
○ دارالعلوم کے مہتمم کا دورہ ازبکستان
○ کاروانِ آخرت

محرم کے پہلے عشرے میں سانحہ پشاور وقوع پذیر ہوا قرآن مجید اور مسجد کی بے حرمتی کی گئی کئی انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں زندگی سے بھرپور آباد شہر ویرانے کا سماں پیش کرنے لگا اس کے چند روز بعد چنیوٹ میں اللہ کے قرآن کو جلایا گیا اور ربّ ستار رحیم کے قہر وغضب کو کھلے بندوں دعوت دی گئی، ایسی جرأت جو کبھی کسی انگریز، ہندو اور غیر مسلم کو نہ ہو سکی اور نہ انگریز دورِ حکومت میں کوئی انتہا پسندی کا ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا مگر مسلم معاشرہ اور نفاذِ شریعت کی دعویدار حکومت کے دورِ اقتدار میں ایسے مناظر بھی قوم کو دیکھنے پڑے جن کے محض تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ع

بسے نادیدنی را دیدہ ام من   مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کراچی کے حالات اور تمام تر تفصیلات اور اصل حقائق پریس کے ذریعہ پوری دنیا پر عیاں ہو گئے ہیں پنجاب اور بلوچستان کی صورت حال بھی کوئی اطمینان بخش نہیں، وزیر اعظم اپنے تمام وعدوں کو بھول چکے ہیں نفاذِ شریعت تو کجا، نظام شریعت کی تنفیذ کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں اخلاقی انحطاط بڑھ گیا ہے سیاسی اور قومی شعور کا زوال ہے اور ملی فکر کا فقدان، ایسے مواقع پر رسمی طور پر احتجاج، مطالبے، ارباب اختیار پر لعن طعن اور عوامی جوش وغضب کا اظہار کیا جاتا ہے مگر تجربہ یہی ہے کہ پرنالہ وہیں رہتا ہے جہاں پہلے تھا ـــــ بلکہ دینی نقطہ نظر سے حالات مزید بگڑتے چلے جاتے ہیں اور اب اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں جسے گذشتہ عشرے سب نے دیکھ لیا ـــ اندریں حالات اپنے بہت سے احباب بعض دیندار مخلصین اور بعض داعیین تک یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس بگاڑ کو اب درست کرنا ناممکن ہے اس غربال کے کون کون سے سوراخ کو بند کیا جائے گا۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ایسے حالات اور مایوسی کی اس فضا میں خالص دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے ہماری گذارش یہ ہے کہ قیام امن نفاذ شریعت، دعوت وتبلیغ اور اسلامی انقلاب کی راہ میں جتنی مشکلات بھی حائل ہیں ان کا زیادہ سے زیادہ

مبالغہ آمیز تصور کر لینے کے بعد ہر صاحب ایمان کو بہر حال سوچنا چاہیے کیا ان حالات کے مقابلے میں دینی قوتیں علماء حق اور بہی خواہان قوم وملت سپر ڈال دیں ۔ یہ سیلاب جو بہہ رہا ہے کیا ہم اپنے آپ کو چھوڑ دیں کہ وہ ہمیں بھی بہا کر لے جائے اور آئندہ نسلوں کی بھی دینی فکر، اسلامیت، جذبہ جہاد اور ملت و ریاست کی وفاداریوں کو تاراج کر کے ان کی استعداد و صلاحیت کو فنا کی گھاٹ اتار دے اور انہیں بھی بہالے جائے ۔

کیا یہ ہماری ذمہ داری، اخلاقی فرض، انسانی اور خالص دینی و اسلامی ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم اس کے مقابلے کے لیے جد وجہد کریں خواہ جد وجہد کرتے ہوئے ہمیں مصائب، مسائل، مشکلات، تشدد، قربانی اور شہادت تک مراحل سے گزرنا پڑے ؟

مذکورہ دونوں باتیں اور کردار کے دونوں رخوں میں سے ایک کا انتخاب بہر حال ناگزیر ہے ہر آدمی کو اللہ پاک نے عقل وشعور اور فکر و دانش کی دولت بخشی ہے لہٰذا سب کو اپنی اپنی جگہ یہ سوچنا چاہیے کہ ان حالات کو دیکھ کر میرے اوپر مایوسی طاری ہوئی ہے تو کیا میں اس بگاڑ کے سامنے سپر انداز ہو جاؤں اور اسے من وعن قبول کر لوں ؟

اور اپنے ضمیر سے یہ بھی دریافت کر لینا چاہیے کہ یہ حالات، بے دینی و بے غیرتی کا سیلاب جس تباہی کی طرف لے جا رہا ہے کیا ادھر جانے کے لیے واقعۃً بھی میں مجھے تیار ہونا چاہیے ؟

اگر کوئی مومن جس کے اندر ایمانی حس موجود ہے جذبہ دینی و جذبہ جہاد موجود ہے کچھ بھی انسانی اقدار کا لحاظ اور شرافت کی احساس موجود ہے تو وہ ہرگز اس کے لیے تیار نہیں ہوگا اور قطعاً خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے پر آمادہ نہیں ہوگا **ولا تلقوا بايديكم الى التهلكه** تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ بہر حال اس طوفان بلاخیز، اس تشدد کی سیاست وانتشار اس بے دینی والحاد فتنہ انگیزی کی مزاحمت کرے، شدید مزاحمت کرے جس قدر طاقت بھی اللہ نے اسے دی ہے اس کو قوم وملت کی اصلاح میں صرف کر دے خواہ نتیجہ میں کامیابی ہو یا نہ ہو ؟

ہم اس پر کب مکلف ہیں کہ خواہ مخواہ مطلوبہ نتائج کا ظہور بھی ہمارے ہاتھوں پہ ہو یہاں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ منکرات سے روکنا اور معروفات کی دعوت دینا تو انسان کے لیے ممکن ہے لیکن برائی کو واقعی مٹا دینا اور بھلائی کو قائم کر دینا مومن کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کی مشیئت پر موقوف ہے اگر اس کی مرضی یہ ہے کہ وہ اس قوم کو تباہ ہونے سے بچاتے تو ہماری کوششوں میں برکت عطا فرما دے گا اگر اس کی مرضی یہ نہیں ہے تو ہم اپنے مساعی اپنے جہاد، اپنی کوششوں اور ممکنہ جد وجہد میں بظاہر اہل دنیا کے نقطہ نظر سے ناکام ہو جائیں۔ بارگاہ ربوبیت میں ناکام نہیں ہوں گے بشرطیکہ ہم نے مقدور بھر کوششوں کا حق ادا کر دیا ہو ۔

جولائی کے آخری عشرہ میں دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ ایک مختصر وفد کے ہمراہ ازبکستان کے ایک ہفتہ کے دورہ پر تشریف لے گئے وہاں کے مسلمانوں کے حالات، ان کے ساتھ خاص دینی و علمی اور اسلامی رشتے ناطے کی بنیاد پر استواری تعلقات اور وہاں پر دینی کام اور تعلیمی خدمات کے امکانات کا جائزہ لیا انہوں نے وہاں کے مسلمانوں میں دینی لٹریچر اور قرآن مجید بھی تقسیم کئے۔ انہوں نے وہاں کے علماء، تاشقند و ثمرقند کے قدیم علمی و دینی مراکز، مساجد، مدارس، اہم علمی شخصیات، عمر رسیدہ بزرگوں، نوجوانوں اور مساجد میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ سے ملاقاتیں بھی کیں امام بخاریؒ و دیگر اکابرین اور اولیاء امت اور تاریخی مقامات کی زیارت کی۔ انہوں نے واپسی پر اپنے تاثرات میں ازبکستان کے اقتصادی حالات کی بہتری پر اطمینان کے اظہار کے ساتھ ان کے دینی و علمی اضمحلال کو حد درجہ افسوسناک قرار دیا۔

انہوں نے کہا کہ سوویت یونین وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں میں تقریباً ایک صدی تک اپنی تمام قوتوں کو اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں خرچ کرتا رہا مگر انجام کار خود مٹ گیا۔ ان ریاستوں میں مسلمانوں کی اسلام سے والہانہ وابستگی اور تڑپ اسی طرح قائم ہے۔ ازبکستان میں ہر جگہ اسلام اور اسلامی علوم کو حاصل کرنے کی شدید تڑپ بے چینی اور اشتیاق محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا اس وقت عالم اسلام بالخصوص پاکستان کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ ازبکستان اور دیگر مسلم ریاستوں سے پائیدار مستحکم تعلقات استوار کرکے ان نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا راستہ کھولے کیونکہ میں نے ہر جگہ بے شمار نوجوانوں کو پاکستان آکر دینی تعلیم حاصل کرنے کے جذبہ سے سرشار پایا۔

انہوں نے تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں، بین الاقوامی دینی و تبلیغی اداروں اور اہل خیر سے اپیل کی کہ وہ وہاں کے مسلمانوں میں ازبکی مترجم قرآن احادیث اور بنیادی دینی لٹریچر فراہم کریں جب اللہ پاک نے احسان کرکے امت مسلمہ کو ان کا کھویا ہوا سرمایہ سمرقند، ترمذ بخارا، خوارزم وغیرہ کی شکل میں واپس دے دیا ہے تو وہ اس کی بقاء اور دینی استحکام پر بھرپور توجہ دیں۔ مولانا سمیع الحق نے افغانستان میں تعمیر نو قیام امن اقتصادی ضرورت اور دینی تعلیم کو فروغ اور ازبکستان میں اسلامی تعلیم کی ترویج کو تمام عالم اسلام کا بنیادی فریضہ قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں معروف ادارہ صدیقی ٹرسٹ کراچی بھی بنیادی اور موثر کردار ادا کر رہا ہے اہل خیر حضرات ان کے واسطے سے بھی اس مقدس مشن اور کارخیر میں بھرپور حصہ لے سکتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے ان ریاستوں کے حکمرانوں کو بھی اپنی مسلم رعیت کے جذبات کا احساس کرنے کی طرف توجہ دلائی کیونکہ کمیونزم کا زمانہ گزر گیا ہے اب اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کام کرنے میں مستقبل کے تحفظ اور بقاء کا راز مضمر ہے۔ دارالعلوم کے مہتمم اگلے مرحلہ میں وہاں کے دینی تعلیم کے فروغ ترویج اور دارالعلوم کے ممکنہ خدمات کے سلسلے میں عنقریب بخارا خوارزم، ترمذ، فرغانہ اور تاجکستان کے دارالخلافہ دوشنبے کا دورہ کریں گے۔

گذشتہ چند ماہ میں علمی و دینی حلقوں، دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ، مذہبی تحریکوں اور جماعتوں اور عامۃ المسلمین کو اہم سرکردہ علمی و دینی شخصیات کی جدائی کے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، جانا تو بہرحال سب نے ہے مگر جو لوگ چلے جاتے ہیں ان کی خلا بسہولت پوری نہیں کی جاسکتی مگر صبر کے سوا چارہ کیا ہے اور جب مسلمان ہے تو اسے صبر پہ اجر بھی ملے گا دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث اور دارالحفظ میں مرحومین کے لیے باقاعدہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ باری تعالیٰ مرحومین کو کروٹ کروٹ جوار رحمت میں جگہ دے اور اپنے شایان شان اجر و انعام سے نوازے۔ اس کاروان آخرت کے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔

زوجہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حضرۃ مولانا معراج الحق صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ سجادہ نشین خانقاہ رائے پور، حضرت مولانا محمد سلیمان طارقؒ مبلغ اہل سنت والجماعت، حضرت مولانا محمد مطیع اللہ رشیدیؒ، ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال، حضرت مولانا جلال الدین حقانیؒ فاضل دارالعلوم حقانیہ و مہتمم جامعہ پراچگاں بھیرہ، حضرت مولانا محمد مختار رسمیال کنویہ جمعیۃ علماء اسلام و رکن سپاہ صحابہ جھنگ، حضرت مولانا حکیم احمد حسن آف بھولی گاڑ۔

یہ حضرات اپنے اپنے حلقہ اور وسعت مقدرت کے دائرہ میں علوم نبوت، تبلیغ دین ترویج شریعت اور دین اسلام کی جو خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں وہ یقیناً اپنی جگہ مؤثر، مقبول عنداللہ تھیں ان کا احاطہ بھی تو اس محدود صفحہ میں ممکن نہیں ہے باری تعالےٰ کاروانِ آخرت کے تمام مسافروں کی دینی و قومی اور ملی خدمات قبول فرماوے اور اس کے بدلے آخرت کے بلند درجات اور لازوال نعمتوں سے مالا مال فرمادے۔ (عبدالقیوم حقانی)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

خواتین کی ذمہ داریاں

زیر نظر مضمون داعی اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا وہ خطبہ صدارت ہے جو جامعہ نور الاسلام نسواں لکھنؤ کے جلسہ تقسیم اسناد (منعقدہ ۱۵، ۱۶، اپریل ۱۹۹۲ء) کے موقع پر پڑھا گیا ـــــ

معزز حاضرین و محترم خواتین!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ان المسلمین و المسلمت و المومنین و المومنت و القنتین و القنتت و الصدقین و الصدقت و الصبرین و الصبرات و الخشعین و الخشعت و المتصدقین و المتصدقت و الصائمین و الصئمت و الحفظین و الحفظت والذاکرین اللہ کثیرا و الذکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما۔

(سورۃ احزاب - 35)

جو لوگ خدا کے آگے (سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں' اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور پاک دامن مرد اور پاک دامن عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں 'کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے خدا نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دس صفات کا ذکر کیا ہے' لیکن ہر مرتبہ وہ تذکیر و تانیث کے الگ الگ صیغوں میں مردوں اور عورتوں کا ذکر فرماتا ہے' اور ان کی ایک ایک صفت کا ذکر کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو اپنی بندیوں سے کتنی محبت ہے' اور ان کے لئے ہر عمدہ صفت اور کمال میں ترقی و امتیاز حاصل کرنے کا کتنا امکان اور وسیع میدان ہے' اس سے اس کا بھی اشارہ ملتا ہے (اور مذاہب و اخلاقیات کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس کی تصدیق کریں گے) کہ بہت سے قدیم مذاہب اور

نظامہائے اخلاق میں طبقہ نسواں کو بہت سے اخلاقی فرائض اور کمالات سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا اور یہ
اس کے لئے عیب نہ تھا اعمال کی یہ طویل فہرست اس لئے بیان کی تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
جس طرح اپنے بندوں پر شفقت کرتا ہے اسی طرح اپنی بندیوں پر شفقت کرتا ہے ' اس کی صفت
ربوبیت اور اس کی صفت رحمت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے عام اور ان پر سایہ فگن ہے' اس
کا پورا امکان تھا کہ ایمان و یقین عبادت و اطاعت ' صداقت و خلوص ' صبر و ایثار ' خوف و خشیت'
صدقہ و خیرات اور پاک بازی اور پاک دامنی کے میدان میں پوری اجارہ داری مردوں کی ہو جائے '
اس لئے کہ یہ اوصاف و خصوصیات' بلکہ کمالات و امتیازات' بڑی ہمت و عزم اور قربانی و ایثار کے
طالب ہیں - اور مذاہب و اخلاق اور علم و تمدن کی تاریخ میں زیادہ تر بلکہ تمام تر مردوں ہی کے نام
آتے ہیں' پھر عورتوں کی بہت سی ایسی صنفی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جن سے مرد آزاد ہیں' مثلاً
خانہ داری کی ذمہ داریاں' اولاد کی پرورش' ان کی غذا اور پوشاک' ان کی دیکھ بھال اور تیمار داری۔
کم سے کم ولایت کے سلسلہ میں بالکل امکان تھا کہ ہم صد ہا بلکہ ہزاروں اولیاء اللہ سے واقف
ہوتے' اور اس سلسلہ میں ایک خاتون کا نام بھی نہ سنا ہوتا' لیکن اس نورانی فہرست میں بھی حضرت
رابعہ بصریہ کا نام درخشاں اور تاباں نظر آتا ہے' اور ان کا نام اب بھی زندہ ہے - کتنی بچیوں کا نام
تبرکاً یہی رکھا جاتا ہے' سوانح اور سیر کی تاریخوں اور تصوف و سلوک کی کتابوں میں ان کی عبادت'
ولایت و کرامات اور مقبولیت و عظمت کے واقعات درج ہیں - اسی طرح صد ہا مقبولین بارگاہ الہی اور
پیشوایان طریقت و سلوک کی روحانی تربیت و ترقی میں ان کی ماؤں کا بنیادی حصہ ہے - اور انہوں نے
خود اس کا اظہار و اعتراف کیا ہے ان سب کا نام لینا مشکل ہی نہیں نا ممکن ہے' نمونہ کے طور پر ہم
عالم اسلام کے سب سے مشہور و مقبول بزرگ پیران پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی کا اور ہندوستان کے
مشہور و مقبول بزرگ محبوب الہی سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام لیتے ہیں' ان کے
تذکرے' حالات و سوانح کی کتابیں پڑھی جائیں تو معلوم ہو گا کہ وہ اپنی ماؤں کی تربیت اور اپنے بچپن
میں اپنے گھر کی فضا اور ماحول کا کتنی اہمیت اور ممنونیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں' اور اس کے احسان
مند اور شکرگزار نظر آتے ہیں۔
علمی کمالات اور علم کی خدمت و اشاعت کے سلسلہ میں مجھے افسوس ہے کہ فضلائے امت کی تو
سینکڑوں تاریخیں ہیں لیکن فاضلات امت کی تاریخ بہت کم لکھی گئی ہے' لیکن پھر بھی تذکرہ نویسوں نے
خواتین کو بالکل نظر انداز نہیں کیا' دینی علوم و ادبی کمالات کے سلسلہ میں ان کے نام آتے ہیں' علمی
ذوق و شوق اور شغف کی کامیابی' اور علمی جدوجہد کی یہاں صرف ایک ایسی روشن مثال پیش کی جاتی
ہے' جس سے اچھے خاصے واقف آدمی پر بھی ایک عالم تحیر چھا جاتا ہے۔
آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کے بعد اسلام کے پورے کتب خانہ اور اس کے پورے علمی ذخیرہ

میں کس کتاب کا درجہ ہے؟ یہ صحیح بخاری ہے جس کو **"اصح کتاب بعد کتاب اللہ"** کا لقب دیا گیا ہے، وہ ہر مدرسہ اور دارالعلوم کے لئے معیار فضیلت ہے، ختم بخاری کی تقریب بڑے سے بڑے دارالعلوم کے لئے قابل فخر اور قابل شکر تقریب ہوتی ہے، اور اس جامعہ میں بھی اس کے ختم کی تقریب منائی گئی ہے، آپ کے علم میں ہے کہ وہ بخاری شریف ہندوستان میں اور اکثر علمی مرکزوں میں کس کی روایت سے پہنچی ہے اور فضلائے مدارس کو اس کی سند دی جاتی ہے؟ یہ ایک فاضلہ خاتون کریمہ کی روایت ہے، ایک معتبر تذکرہ کی کتاب میں ان کا تعارف ان الفاظ میں آیا ہے:۔

کریمتہ بنت احمد بن محمد المروزیہ محدثتہ کانت تروی صحیح البخاری، قال ابن الاثیر انتھی الیھا علو الاسناد للصحیح، عاشت تقریبا ماۃ سنتہ اصلھا من مروالروذ، ووفاتھا بمکتہ، و یقال لھا ام الکرام، و بنت الکرام۔

کریمہ دختر احمد بن محمد مروالروذ کی رہنے والی محدث خاتون ہیں، جو صحیح بخاری کی خاص راویہ ہیں، مورخ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے اونچی سند انہیں کے ذریعہ سے ہے، تقریبا سو سال کی عمر پائی، مروالروذ کی رہنے والی تھیں، انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا، ام الکرام اور بنت الکرام کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔

اب ادب کے میدان کو لیجئے **ولادہ بنت المستکفی** اندلس (اسپین) کے حکام میں سے ایک سربرآوردہ شخصیت کی صاحبزادی تھیں، ان کا ادبی ذوق، سخن فہمی اور بالغ نظری مسلم اور ان کا نام اس سلسلہ میں تذکرہ اور تاریخ کی کتابوں میں روشن ہے، ان کا ادبی اور شعری دربار ایسا منعقد ہوتا تھا جیسے بادشاہوں کے دربار منعقد ہوتے تھے، بڑے بڑے ادباء ان کے پاس استفادہ کے لئے آتے تھے۔

جہاں تک ہمت و عزیمت، ایثار و قربانی اور جذبہ جہاد کا تعلق ہے اس کی ایک مثال دینی کافی ہے جس کی نظیر اسلام ہی نہیں، دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ حضرت خنساء عربی زبان کی مسلم اور مستند اور غیر فانی شہرت کی مالک شاعرہ ہیں، ان کے دو بھائیوں کا انتقال ہوگیا تھا ان کے لئے انہوں نے ایسے دل دوز مرثیے کہے کہ ان کی نظیر عربی مرثیوں ہی میں نہیں، دنیا کی دوسری زبانوں کے مرثیوں کے ذخیرہ میں بھی ملنا مشکل ہے، یہ واقعہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے، یہی حضرت خنساء رضی اللہ عنہا جب اسلام لائیں تو اسلام نے ان کی نفسیات میں عظیم انقلاب برپا کر دیا، جس اللہ کی بندی نے اپنے بھائیوں پر رونا اپنا شعار و معمول بنا لیا تھا اور ان کی شاعری اسی پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی، سب کو معلوم ہے؟ (خاص طور پر ہماری بہنوں اور محترم خواتین کو) کہ بھائی اور بیٹے میں کیا فرق ہوتا ہے، بھائی سے ہزار محبت ہو، بیٹا لخت جگر اور نور نظر ہوتا ہے اور جان سے زیادہ پیارا، انہیں خنساء نے جہاد کے ایک موقعہ پر اپنے بیٹوں کو بلایا، ایک ایک کو رخصت کیا اور کہا، بیٹا! میں نے اسی دن کے لئے تمہیں دودھ پلایا تھا، اللہ کے راستہ میں جاؤ اور ہم کو سرخ رو کرو، اس کے بعد ایک ایک کی

شہادت کی خبر سنتی رہیں، جب آخری بیٹے کی شہادت کی خبر سنی تو ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

الحمد لله الذی اکرمنی بشهادتهم

اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کی عزت و نسبت سے مجھے سرفراز فرمایا۔

ان اوصاف اور کمالات کے علاوہ دو ایسے میدان ہیں جن میں خواتین کو سبقت حاصل ہے، اور وہ ان میدانوں میں جو کارنامہ انجام دے سکتی، اور اس کے ذریعہ سے امت اسلامیہ کا صرف نسلی تسلسل ہی نہیں اعتقادی، اخلاقی، ذہنی اور تہذیبی تسلسل کے قائم رہنے میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں، وہ انہیں کا حصہ ہے اور ہر دور میں ان کے نہ صرف تعاون بلکہ اس کی ذمہ داری قبول کرنے اور اس کو سرانجام دینے کے بغیر یہ معنوی تسلسل (جو اس امت کی اصل قیمت اور اس کی ضرورت و افادیت کا ثبوت ہے) قائم نہیں رہ سکتا۔

یہ دو میدان ہیں، ایک نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کا ابتدائی کام، اور اس کے قلب و ذہن پر اسلام کا نقش قائم کرنا اور اس کو عمیق و مستحکم بنانا، دوسرے اسلامی تہذیب و معاشرت کی حفاظت اور نئی نسل کو غیر اسلامی تہذیب و معاشرت کے اثرات سے بچانا ہے۔

ہماری زبان و محاورہ میں جب یہ بتانا ہوتا ہے کہ فلاں عادت، یا یقین، یا خوبی، یا کمزوری، دل و دماغ میں پیوست ہو گئی ہے، اور اب وہ نکالی نہیں جا سکتی تو کہا جاتا ہے کہ "یہ چیز گھٹی میں پڑی ہوئی ہے" اور ظاہر ہے کہ یہ گھٹی ماں اور گھر کی شفیق اور مربی بیبیوں کے ذریعہ ہی بچوں کو ابتدائے شعور میں گھر ہی میں دی جا سکتی ہے، ماہرین تعلیم و تربیت اور علمائے نفسیات نے اس حقیقت پر بہت زور دیا ہے کہ بچہ کے ذہن کی سادہ تختی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں، وہ کبھی نہیں مٹتے اور خواہ ان کو مٹا ہوا سمجھ لیا جائے لیکن درحقیقت وہ مٹتے نہیں، دب جاتے ہیں، اور وقت پر ابھرتے ہیں، اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد ماؤں اور بچہ کی تربیت کرنے والیوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، جو اس سادہ تختی پر آسانی کے ساتھ اچھے سے اچھے نقش بنا سکتی ہیں، اور جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم و تربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتی۔

ماؤں اور پرورش کرنے والی خواتین اور گھر کی ان بیبیوں کا جو رشتہ میں بزرگ اور گھر کے ماحول میں اثرانداز اور قابل احترام ہوتی ہیں، اتنا ہی فرض اور ذمہ داری نہیں کہ وہ بچوں کو اللہ اور رسول کا نام سکھا دیں، کلمہ یاد کرا دیں اور جب وقت آئے تو نماز پڑھنا سکھا دیں، یہاں تک کہ قرآن شریف پڑھنا بھی ان کو آ جائے اور اردو پڑھنے کے قابل بھی ہو جائیں، ہندی زبان اور رسم الخط کی اس فرماں روائی کے دور میں جب لاکھوں مسلمان بچے اور بچیاں اردو کی ایک سطر پڑھنے اور اپنا نام تک لکھنے کے قابل نہیں ہوتیں، بلکہ اپنا نام زبانی بھی لینے اور بتانے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی جس کی درجنوں مثالیں انٹرویو کی مجلسوں، اسکولوں میں داخلے اور ملازمت کی درخواست دینے کے موقعہ پر سامنے آ چکی

ہیں، جو زیادہ تر گھروں کے اندر اردو لکھنے پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہونے اور اسلامی تاریخ، انبیاء علیہم
السلام ، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اہل بیت، اور پیشوایان اسلام کے ناموں تک سے واقف کرانے
کے کام سے غفلت اور سستی کا نتیجہ ہے۔

اس ضروری کام کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان بچوں کو کفر و شرک سے نفرت ، توحید سے
محبت، اس پر فخر، اسلامی نسبت اور مسلمان ہونے اور کہلانے پر مسرت و عزت کا احساس، دین کی حمیت
و غیرت، خدا کی نافرمانی اور خدا کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور شیدائیت کی حد
تک محبت، گناہوں سے نفرت اور گھن، دنیاوی ترقی ہی کو زندگی کا مقصد اور کامیابی اور عروج کی دلیل
سمجھنے سے حفاظت، راست بازی، اور راست گوئی کی عادت، خدمت و ایثار کا شوق، خدمت خلق اور
وطن دوستی کا جذبہ پیدا کرنا بھی ان کی ذمہ داری اور انہیں کے کرنے کا کام ہے، اور اگر یہ کام بچپن
میں اور گھروں کے اندر نہیں ہوا، تو دنیا کی بڑی سے بڑی دانشگاہ اور سرکاری یا عالمی پیمانہ پر کوئی تربیت
گاہ نہیں کر سکتی، اور اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی ۔

یہ بھی صفائی سے کہنا پڑتا ہے کہ جب تک مسلمان بچوں کو بت پرستی اور کفر و شرک سے خواہ وہ
کسی بیرونی و ملکی دیومالا (MYTHOLOGY) اور نصاب تعلیم (TEXT BOOKS) کے ذریعہ سے
ہو یا ریڈیو، ٹی وی یا لکچروں کے ذریعہ سے ہو یا خود مسلمانوں کے دین سے ناواقفیت اور دنیادار اور پیشہ
ور گروہوں کے اثر سے ہو، اس طرح نفرت اور گھن نہ پیدا ہو، جیسی گندی اور بدبودار چیزوں سے
ہوتی ہے تو ان کے ایمان کی حفاظت نہیں ہو سکتی ۔ اور ان کے صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کی ضمانت
نہیں دی جا سکتی، یہ تربیت، یہ محبت و نفرت جو طبیعت کا خاصہ اور حواس خمسہ کے ساتھ ایک نیا حاسہ
بن جائے، مسلمان گھرانوں کی میراث ، مسلمان نسلوں کے اعتقادی و معنوی تسلسل کا راز رہا ہے اور
جب تک یہ کام گھروں میں اور ماؤں اور گھر کی بڑی بہنوں اور بزرگ خواتین کے ذریعہ انجام نہیں
پائے گا بڑے سے بڑے پر اثر مواعظ، موثر سے موثر دینی کتابیں اور مدارس دینیہ عربیہ کے لائق ترین
اساتذہ کے ذریعہ بھی اس میں کامیابی حاصل ہونی مشکل ہے ۔

دوسرا میدان جس میں خواتین کو امتیاز اور قیادت و رہنمائی کا شرف حاصل ہے وہ اسلام کے
تہذیبی و معاشرتی امتیاز کا باقی رکھنا، اس کا تسلسل و دوام اور غیر اسلامی تہذیبوں اور طرز معاشرت سے
حفاظت کا مسئلہ ہے، اس کے لئے قدرے تفصیل اور قدیم اسلامی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت
ہے۔

اسلام کو ابتدا ہی میں ایک ایسے انوکھے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا، جس سے تاریخ میں شاید کسی مذہب
کو اس درجہ میں واسطہ نہیں پڑا، جزیرہ العرب سے نکلنے والے عرب مسلمانوں کو دو ایسے ترقی یافتہ
تمدنوں کا سامنا کرنا پڑا جن سے بڑھ کر کسی دوسرے تمدن کا تجربہ، انسانی و تہذیبی تاریخ میں عرصہ سے

نہیں لیا گیا تھا' یہ دو تمدن' رومی و ایرانی تمدن تھے جو تہذیب' آرٹ' انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو منظم کرنے' راحت و آسائش کے سامان کی فراہمی اور فراوانی میں کئی منزلیں طے کر چکے تھے' اور ترقی کے آخری درجہ تک پہنچ گئے تھے - یہ تمدن اپنی تراش خراش میں بڑی رعنائی رکھتے تھے' اور بڑے دل فریب تھے' آلات و وسائل' راحت و دل چسپی کے سامان' زندگی گزارنے کے بلند معیار' خانہ داری کے ترقی یافتہ طور و طریق اور لباس' خوراک اور گھروں کی زینت و آرائش کے آلات و وسائل سے ان کا تمدن مالا مال تھا۔

اس کے برخلاف عرب اپنے ابتدائی دور میں یا صحیح الفاظ میں تہذیبی طفولیت کے دور میں تھے' درحقیقت یہ تجربہ جس سے ابتدائی مسلمانوں کو گذرنا پڑا' بڑا نازک تجربہ تھا' اسلام یقیناً آسمانی تعلیمات' عقائد اور اخلاق عالیہ اور آداب حسنہ سے آراستہ تھا' لیکن تہذیب و معاشرہ کی قیادت کی باگ ڈور اس وقت رومیوں اور ایرانیوں کے ہاتھ میں تھی' اس لئے اس کا امکان تھا اور سارے قرائن بتا رہے تھے کہ یہ عرب اور مسلمان جنہوں نے ایک تنگ و تاریک ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں' اور جن کے پاس بہت محدود وسائل تھے جن کی زمین دولت کے سرچشموں سے خالی ہے' ان کی زندگی خیموں اور خام و نیم خام مکانات میں گذری ہے اور ایک طرح سے "خانہ بدوشانہ" زندگی کہی جا سکتی ہے' تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ عرب مجاہدین و مبلغین نے (ایرانی فتوحات کے زمانہ میں) کھانے میں چپاتیاں دیکھیں تو وہ سمجھے کہ یہ ہاتھ پونچھنے کے لئے دستی رومال ہیں' کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے کے لئے جب انہوں نے ان باریک چپاتیوں کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تو روٹی ہے' اسی طرح جب ان کو پہلی مرتبہ کافور سے سابقہ پڑا تو وہ سمجھے کہ یہ نمک ہے' اور بعض اوقات انہوں نے اس کو آٹے کے ساتھ گوندھ دیا۔

غرض یہ کہ جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو ان بادیہ نشینوں کو ایک ایسے ترقی یافتہ اور دل کش تمدن سے سابقہ پڑا جس کو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا' اس لئے اس کا پورا امکان ہی نہیں بلکہ اس کے سب قرائن موجود تھے کہ وہ اس تمدن پر دیوانہ وار اور پروانہ وار گرتے اور اس کی ہر خو کو اختیار کرتے اور اس پر فخر کرتے' ان کے تمدن و معاشرت' روز مرہ کی زندگی اور خوراک و پوشاک کا معیار اتنا اونچا ہو جاتا کہ اس کے حصول کے لئے ان کو حدود شریعت ہی نہیں' اپنے عرف و رواج کے حدود سے بھی تجاوز کرنا پڑتا' وہ اس سب کو ایک فیشن' ترقی پسندی بلکہ بیداری اور حقیقت پسندی کی علامت کے طور پر اختیار کرتے اور اس سے وہ سب خرابیاں پیدا ہوتیں جو مادہ پرست' دنیا دار اور تمدن و ترقی کی وبا زدہ اقوام و ممالک میں پیدا ہوتی رہی ہیں' اور تاریخ میں اس کی صدہا مثالیں ملتی ہیں' اس کے تصور کے لئے ان مشرقی ممالک و اقوام کا نقشہ اور ان کا طرز عمل دیکھ لینا کافی ہے' جو مغربی تمدن و ترقی کی نقالی کا شکار ہوئیں' اور ان کی خوشہ چیں بن گئیں اور انہوں نے دینی تعلیمات

و احکام ' حدود شریعت اور اپنی قدیم تہذیبی روایات سے یکسر آنکھیں بند کر لیں -

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس مشکل پر مردوں اور عورتوں کے باہمی تعاون سے قابو پایا' اس میں بہت بڑا دخل مسلمان خواتین کے ایمان و یقین' قناعت و ایثار' دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے' اور صحابیات و گذشتہ صاحب ایمان و صلاح مستورات کا نمونہ سامنے رکھنے کا نتیجہ تھا' مرد رومی و ایرانی تمدن کی نقالی اور اس کے ترقی یافتہ طور طریق' طرز معاشرت اور زیب و زینت کے آلات و وسائل کے اختیار کرنے سے کتنے ہی روکنے کی کوشش کرتے اور کتنی ہی موثر اور بلیغ تقریریں کی جاتیں اسلامی معاشرہ (Society) رومی و ایرانی تمدن اور طرز معاشرت اور اس کی نقالی سے بچ نہیں سکتا تھا' علماء و واعظین' حکام و سلاطین' اخلاقی احتساب کرنے والے ذمہ دار فوجی کمانڈر اور افسران بھی اسلامی معاشرہ' اسلامی شخصیت' اور اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے' ان خواتین کا اسلامی تشخص کی حفاظت ہی نہیں' بلکہ اسلامی وجود کے بقا میں بھی بڑا حصہ ہے -

اب بھی اگر کوئی طاقت مغربی تہذیب کی نقالی اور یہی نہیں بلکہ نئی ابھرنے والی اور تیزی سے پھیلنے والی ہندو تہذیب کے مسلم معاشرہ میں رائج اور مقبول ہونے سے بچا سکتی ہے جو (ایک خاص دیومالائی نظام رکھنے اور اسلامی بنیادی عقائد سے متصادم ہونے کی بنا پر) زیادہ خطرناک ہے تو وہ ہماری ان بہنوں اور مسلمان خواتین کی صحیح دینی تعلیم' ایمانی و دینی تربیت اور اسلامی اخلاق و سیرت کو دوسری قوموں کے اخلاق و سیرت پر ترجیح دینے ہی سے ممکن ہے -

یہ حقیقت طبقہ نسواں میں دینی تعلیم و اسلامی تربیت کے انتظام کی ضرورت کی ایک اہم وجہ و محرک ہے' ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ مدارس نسواں اور جامعہ الصالحات یا جامعہ نورالاسلام کے ناموں سے جو زنانہ دینی مدارس اور جامعات قائم ہو رہے ہیں وہ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایک موثر ' دانش مندانہ اور تعمیری قدم ہے جس سے تہذیبی ارتداد (اور اس سے بڑھ کر نئی نسل کے اعتقادی انقلاب سے) مسلمانوں کی نئی نسل کو بچایا جا سکتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جا سکتی ہے - اور اگر اس مخلصانہ اور دانش مندانہ کوشش کا سلسلہ جاری رہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت غیبی کی امید بھی کی جاسکتی ہے - **و صدق اللہ العظیم**

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (سورہ محمد - 7)

(اے مسلمانو) اگر تم اللہ کے دین کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت (مدد) فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا-

مولانا شہاب الدین ندوی

نکاح کیلئے مرد اور عورت کا انتخاب

ازدواجی زندگی کی اہمیت

شادی بیاہ کر کے گھر گرہستی کی زندگی گزارنا دینی و دنیوی اعتبار سے ایک اچھا اور صحیح اقدام ہے - ازدواجی زندگی سے نہ صرف دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں بلکہ روحانی اعتبار سے انسان کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں - خود زہد و عبادت کے لئے بھی دل کی یکسوئی ضروری ہے جو نکاح کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی - بلکہ اس کے برعکس بہت سے زاہد مرتاض ایسے بھی گزرے ہیں جو عمر بھر ریاضت کرنے کے بعد کسی پری رو کے اسیر بن کر اپنی رہبانیت کو تیاگ دے چکے ہیں اور دربار حسن میں سجدہ ریز ہو کر اپنی شکست تسلیم کر چکے ہیں -

امام غزالی نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے کہ نکاح کے پانچ فوائد (یا مقاصد) ہیں' جو یہ ہیں :

1- اولاد کا حصول جو کہ نکاح کا اصل مقصود ہے-

2- شیطان سے بچاؤ اور شہوت کو توڑنا ' تاکہ اس کے ذریعہ نگاہ نیچی رکھنے اور پاکیزہ زندگی گزارنے میں مدد مل سکے -

3- نفس کو راحت پہنچانا' تاکہ اس کے ذریعہ عبادت و بندگی میں تقویت حاصل ہو سکے - جیسا کہ قرآن مجید میں تصریح کی گئی ہے -

و من ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا - اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بات کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو - (روم : 21)

4- قلب کو خانہ داری کے انتظام کے لئے فارغ کرنا - تاکہ وہ خوش دلی کے ساتھ گھریلو اسباب کی فراہمی پر آمادہ ہو سکے - اگر انسان میں جنسی شہوت نہ ہوتی تو پھر اس کے لئے گھر میں تنہا زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا؟ -

5- اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی تربیت و اصلاح میں نفس کو مجاہدہ اور ریاضت میں ڈالنا اور اولاد کی پرورش کے لئے کسب حلال کی راہ میں مشقت برداشت کرنا -

رشتہ داری کے لئے کیسا آدمی چاہیۓ؟

نکاح کے ذریعہ دو اجنبی افراد (مرد اور عورت) کو ایک بندھن میں باندھ کر انہیں ہمیشہ کے لئے ایک کر دیا جاتا ہے - لہٰذا ازدواجی (گرہستی) زندگی گزارنے کے لئے سب سے پہلا مسئلہ ایک رفیق حیات یا جیون ساتھی کے انتخاب کا آتا ہے' خواہ وہ مرد ہو یا عورت ' جو زندگی کے ہر موڑ پر ایک دوسرے کے ہم سفر و ہمدم بن کر مذکورہ بالا فوائد حاصل کریں اور ایک دوسرے کے ساتھی بن کر زندگی کو کامیاب بنائیں - کیونکہ زندگی محض موج و مستی نکالنے کا نام نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو سمیٹنے کا نام ہے - لہٰذا مرد اور عورت دونوں کے انتخاب میں کافی سوچ بچار سے کام لینا چاہیۓ -

مگر موجودہ دور میں لوگ شادی بیاہ کے لئے عموماً مال دار یا کھاتے پیتے لڑکوں کی تلاش میں رہتے ہیں - اور اخلاق و دینداری کی طرف بہت کم توجہ مبذول کرتے ہیں - لیکن شریعت کی نظر میں اس کے برعکس اخلاق و دینداری کی زیادہ اہمیت ہے - اور یہ حقیقت قرآن مجید اور حدیث نبوی دونوں سے ثابت ہے - چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے -

و انکحوا الایامی منکم و الصلحین من عبادکم و امائکم - ان یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله

- اور تم میں جو بے نکاحی (مرد اور عورتیں) موجود ہیں ان کے نکاح کر دیا کرو - اور اسی طرح تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو نیک ہوں ان کے بھی - اگر وہ لوگ (اس وقت) مفلس ہیں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنا دے گا - (نور: 32)

اس آیت کریمہ میں دو اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں :

1 - مسلم معاشرہ میں جو مرد اور عورتیں بے نکاحی ہیں ان کا نکاح کرا دینا چاہیۓ - لفظ "ایامی" بے نکاحی مردوں اور عورتوں کے لئے بولا جاتا ہے - اور اس لفظ کی وسعت میں کنواری لڑکیاں ' مطلقہ عورتیں اور بیوائیں سب شامل ہیں -

2 - اگر ایسے بے نکاحی مرد اور عورتیں غریب اور بے سہارا ہوں مگر وہ عادات و اطوار کے اچھے ہوں تو پھر ان کی غربت کی پرواہ کئے بغیر ان کا نکاح کر دینا چاہیۓ - کیونکہ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو اپنے فضل و کرم سے غنی یعنی خوشحال بنا دے گا - جیسا کہ پچھلے صفحات میں مذکور احادیث سے اس موضوع پر کافی روشنی پڑ چکی ہے -

چنانچہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا : **التمسوا الغنى فى النكاح** : نکاح کے بارے میں اللہ نے جو کچھ حکم کیا ہے اس کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے لئے مالداری کا اپنا وعدہ پورا کرے گا - چنانچہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ غریب ہیں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا۔

نیز اس بارے میں خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: **ابتغوا الغنی فی الباءۃ**: مالداری (یا معیشت میں فراخی) نکاح میں تلاش کرو۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی: **ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ**۔

بعض مرفوع احادیث میں اس آیت کریمہ کی مزید تشریح و تفسیر اس طرح مذکور ہے:

اذا جاء کم من ترضون دینہ و خلقہ فانکحوہ' الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (نکاح کا پیغام لے کر) آئے جس کی دینداری اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو گا۔

انکحوا الصالحین و الصالحات: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو تم نیک مردوں اور نیک عورتوں کا نکاح کر دو۔

انکحوا الایامی منکم۔ قالوا ما العلائق؟ قال ما تراضی علیہ الاھلون: تم میں جو بے نکاحی مرد اور عورتیں ہیں ان کے نکاح کر دو۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ کن وجوہات کی بنیاد پر؟ فرمایا کہ جن پر تم ایک دوسرے سے راضی ہو سکو۔

دینداری کے ساتھ ساتھ اگر مال و دولت بھی ہو تو پھر سونے پر سہاگہ ہے۔ مگر مال و دولت کو ہر حال میں اولیت دیتے ہوئے دینداری کو پس پشت ڈال دینا صحیح نہیں ہے۔ لیکن اس معاملہ میں لوگ عموماً مالداری اور دنیا داری ہی کے شائق نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث نبوی میں اس حقیقت پر سے پردہ اس طرح اٹھایا گیا ہے:

ان احساب اھل الدنیا' الذی یذھبون الیہ المال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا والوں کا حسب جس کی طرف وہ دوڑتے ہیں مال ہے۔ (حالانکہ اصل چیز دینداری ہے)

اس اعتبار سے اسلام میں اصل معیار اخلاق اور دینداری ہے اور یہی امام مالک کا مسلک ہے جو بعض صحابہ کرام سے بھی منقول ہے۔ اس کے بر عکس دیگر فقہائے کرام نے اس سلسلے میں دینداری کے علاوہ نسب اور پیشہ کا بھی اعتبار کیا ہے۔ مگر اس سلسلے میں جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ حد درجہ ضعیف ہیں۔ اسی بنا پر احناف میں بعض جلیل القدر علماء مثلاً امام ابوالحسن کرخی اور امام ابوبکر جصاص بھی امام مالک اور امام سفیان ثوری کی ہمنوائی کرتے ہوئے نکاح میں کفاءت (نسب اور پیشے

وغیرہ کے اعتبار سے برابری) کو معتبر نہیں مانتے۔

حسب و نسب بمقابلہ دینداری

حاصل یہ کہ اسلام میں حسب و نسب اور پیشوں وغیرہ کا کچھ زیادہ اعتبار نہیں، گو وہ بعض صورتوں میں معتبر ہو سکتا ہے - لیکن اس کے لئے کوئی ضابطہ مقرر کرنا بڑا مشکل کام ہے - اور اس سلسلے میں بعض فقہاء نے جو تفصیلات بیان کی ہیں ان کی پابندی ہر حال میں ممکن نہیں ہو سکتی - بلکہ اسے خود طرفین کی صوابدید اور بصیرت پر چھوڑ دینا چاہئے - اگر دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں تو پھر جھگڑے کی کوئی بات ہی نہیں ہو سکتی - اور یہی بات بعض فقہاء نے بھی کہی ہے - مثلاً شمس الائمہ سرخسی حنفی تحریر کرتے ہیں:

و اذا تزوجت المراة غیر کف ء فرضی به احد الاولیاء جاز ذلک

اگر کوئی عورت غیر ہمسر (اپنے سے کمتر درجے کے شخص) سے نکاح کر لے اور اس کے سرپرستوں میں سے کوئی ایک اس بیاہ سے راضی ہو جائے تو یہ بات جائز ہے -

اور ملا علی قاری حنفی تحریر کرتے ہیں: **فلان رضیت المراة او ولیها بغیر کفو صح النکاح:** اگر عورت یا اس کا سرپرست ایک نا برابر شخص سے نکاح کے لئے راضی ہو جائے تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا -

اور یہی بات امام شافعی سے بھی منقول ہے کہ اس طرح نابرابری کا نکاح ناجائز یا حرام نہیں بلکہ عورت اور اس کے سرپرستوں کے لئے ایک عیب کی بات ہے - ورنہ اگر وہ راضی ہو جائیں تو پھر نکاح صحیح ہو جائے گا - **(وتوسط الشافعی فقال لیس نکاح غیر الاکفاء حراما فلردبه النکاح ' و انما هو تقصیر بالمراة و الاولیاء' فلذارضوا صح)'**

ان توجیہات سے یہ مسئلہ بہت بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے - بہر حال قرآن مجید کی تصریح کے مطابق اس سلسلے میں اصل چیز تقوی اور پرہیزگاری ہے - جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

یا ایها الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند الله اتقکم: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا - پھر تمہیں (مختلف) قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو - (مگر) تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا پرست ہو - (حجرات : 12)

اور اس اصول کی شرح و تفسیر بعض احادیث میں اس طرح مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یا ایہا الناس ان ربکم واحد' و ان اباکم واحد ' الا لا فضل لعربی علی اعجمی ولا لعجمی علی عربی' ولا لاحمر علی اسود ' ولا لاسود علی احمر' الا بالتقوی:

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ (حضرت آدم علیہ السلام) بھی ایک ہیں - ہاں تو جان لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی (غیر عربی) پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقوی اور پرہیزگاری کے -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان ربکم واحد اباکم واحد فلا فضل لعربی علی اعجمی' ولا لاحمر علی اسود' الا بالتقوی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک ہے - لہٰذا کسی عربی کو کسی غیر عربی پر یا کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے سوائے تقوی اور پرہیزگاری کے -

و عن ابی ذران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ انظر فانک لست بخیر من احمر' ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی:

حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دیکھو تم کسی گورے یا کالے شخص سے بہتر نہیں ہو' بجز اس کے کہ تم تقوی میں اس سے بڑھ جاؤ -

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیہ و تعظمھا بالاباء - الناس من ادم و ادم من تراب - ثم تلا: یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر .....

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے گروہ قریش ! اللہ نے تم سے زمانہ جاہلیت کے گھمنڈ اور باپ دادا پر فخر کرنے کی لت کو تم سے دور کر دیا - تمام لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھا - پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : اے لوگو ! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے .....

اس موضوع پر علامہ ابن قیم نے زادالمعاد میں کافی اچھی بحث کرتے ہوئے اس سلسلے کی بعض دیگر قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا ہے' جو بڑی فکر انگیز ہیں -

رسول اللہ صلعم کا طرز عمل

قرآن اور حدیث کی ان صراحتوں کے بعد اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو دیکھا جائے اور آپ کی سنت مطہرہ پر نظر ڈالی جائے تو حقیقت حال پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسب و نسب" کے اس بت کو توڑنے کے لئے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش (جو عبدالمطلب کی نواسی اور ہاشمی خاندان کی ایک فرد تھیں) کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا تھا' جو نہ صرف آپ کے آزاد کردہ غلام (مولی) تھے (جن کو بعد میں آپ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا) بلکہ وہ ہاشمی یا قریشی بھی نہیں تھے۔ اگرچہ وہ عربی الاصل تھے۔ مگر ان دونوں کے درمیان نبھ نہ سکی اور بہت جلد طلاق ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت زینب کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ اور یہ واقعہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔

واضح رہے زمانہ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے (متبنی) کا درجہ سگے بیٹے ہی کی طرح ہوا کرتا تھا۔ اور منہ بولے بیٹے کی بیوی سگی بہو کی طرح تصور کی جاتی تھی۔ اس لئے اسلام نے اس غلط رسم کو توڑنے کے لئے یہ اقدام کیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں تصریح موجود ہے:

فلما قضی زید منها وطرا زوجنکها لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعائهم اذا قضوا منهن وطرا۔ وکان امر الله مفعولا:

پھر جب زید نے اس سے (یعنی زینب سے) اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔ تاکہ اہل ایمان پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہو' جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں۔ اور اللہ کا حکم ہو کر رہے گا۔ (احزاب: 37)

نیز قرآن مجید نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ کسی کو متبنی بنا لینے سے وہ سگا بیٹا نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا ایسے افراد کو ان کے اصل باپوں ہی کی طرف منسوب کیا جائے:

ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله: (اپنے منہ بولے بیٹوں کو) ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو۔ اللہ کے نزدیک یہی بہتر انصاف ہے۔ (احزاب: 5)

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ کے اس واقعہ میں ہمارے لئے کئی اسباق و بصائر موجود ہیں۔

پھر اس واقعہ کے بعد حضرت زید بن حارثہ نے قریش ہی کے بعض دیگر شرفاء کے گھرانوں سے بھی رشتہ ازدواج قائم کیا۔ مثلاً ان کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ سے' پھر درہ بنت ابولہب بن عبدالمطلب سے اور پھر ہند بنت عوام (حضرت زبیر بن العوام کی بہن) سے ہوا۔

پروفیسر قاضی حلیم فضلی (داوگی ہزارہ)

موجودہ نظامِ تعلیم میں انسانی اور مالی وسائل کا ضیاع

پاکستان کے موجودہ نظام تعلیم میں انسانی اور مالی وسائل کا ضیاع ایک ایسا مسئلہ ہے جو انتہائی پیچیدہ اور گھمبیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس پر ملک کے مشہور ماہوار رسالے اردو ڈائجسٹ کی انتظامیہ کے تحت سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی تفصیل اس میں شائع بھی ہوئی مگر اس میں زیادہ تر دانشورانہ اور عالمانہ بحثیں ہوئیں۔ نصاب اور اس کی تدوین پر تقاریر ہوئیں اور بعض عمدہ انتظامی نوعیت کی تجاویز بھی سامنے آئیں۔ پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک موجودہ حکومت کے دور میں تعلیمی کمیشن بھی بیٹھتے اور اٹھتے رہے مگر نتیجہ کا پرنالہ وہیں کا وہیں موجود ہے۔

گزشتہ دنوں سرحد اسمبلی میں آئی جے آئی کے پارلیمانی لیڈر جناب محمد یعقوب خان کی تحریک استحقاق پر ضلع مانسہرہ کے تعلیمی اور بالخصوص پرائمری ایجوکیشن سے متعلق دفاتر کی بے ضابطگیوں' بے قاعدگیوں اور غیر قانونی بھرتیوں کے سلسلہ میں انکشافات ہوئے جس کے نتیجہ میں سرحد اسمبلی سے متعلق ممبران کی تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ افسران کو تبدیل کیا گیا۔ ان بے قاعدگیوں میں ملوث بابو صاحبان معطل ہوئے مگر اس ضلع سے متعلق ممبران اسمبلی نے "ان افسران اور بابو صاحبان سے پورے پاکستان میں ملازمتوں پر پابندی کے باوجود تقرریوں اور تبدیلیوں کے جو احکامات کرائے ہیں" اور وہ بھی سگریٹ کی ڈبیوں کے کاغذ پر "جس کی تفصیل" ہفت روزہ زندگی میں رفیق کھٹانہ کے حوالے سے بھی اس کی گزشتہ اشاعت ۲۱ فروری میں آ چکی ہے۔" وہ ان افسران کی یقیناً پشت پناہی کریں گے۔ اور اپنے سیاسی اثر و رسوخ سے کام لے کر انہیں بچا لیں گے۔ اس سیاسی سرپرستی کے علاوہ جو صاحبان اپنے ڈی۔ای۔او اور ایس۔ڈی۔ای۔او کو نئی نویلی موٹریں بطور تحفہ پیش کر سکتے ہیں۔ وہ اس تحقیقاتی عمل کو بھی غیر موثر بنانے میں یقیناً کامیاب ہو کر اپنا دامن پاک کر لیں گے اور پاکستان کی دولت کی بہتی ہوئی گنگا میں حسب سابق پھر لوگ ہاتھ رنگنا شروع کریں گے۔

یہی معاملہ جو اس وقت ضلع مانسہرہ کے تعلیمی دفاتر سے متعلق ہے اور جو مقامی اخبارات کی سرخیاں بنا ہوا ہے اور جس کی صدائے بازگشت ہفت روزہ "زندگی" لاہور تک سنی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند اور امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ ایک ضلع مانسہرہ میں پاکستان کے مالی اور انسانی وسائل کا کتنے بڑے پیمانے پر ضیاع ہو رہا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے جن پر نہ افسران تعلیم غور کرتے ہیں نہ وزارت تعلیم نوٹس لیتی ہے نہ اسمبلیوں میں تحریک استحقاق پیش ہوتی ہے نہ اخبارات میں اس کی تفصیل چھپتی ہے اور اس طرح قومی اور ملکی دولت کے ضیاع پر دردمند لوگ سوچنے اور لکھنے کے بعد مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ان کا لکھا کسی معروف اہل دانش کا لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس چھوٹے منہ کی بڑی بات کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ تاہم 'گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی' کی آرزو میں اپنا حق آواز بلند کر کے خدا کے ہاں بری الذمہ ہونے کی ایک کوشش کے طور پر ضلع مانسہرہ کے تعلیمی دفاتر اور ان کی پالیسیوں پر اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان کے ایک دور دراز گوشے میں محکمہ تعلیم کے اس گلستان کے رنگ و روپ سے پورے پاکستان کی تعلیمی بہار کا اندازہ کیا جا سکے اور پاکستان کی اس انسانی اور مالی تباہی و بربادی کا تدارک کیا جا سکے۔

(۱) تعلیمی دفاتر کی مہنگے کرایہ پر کوٹھیاں :۔ (i) پاکستان کے دوسرے صوبوں کے صوبائی اور ضلعی تعلیمی دفاتر کے

ذاتی اور کرایہ پر حاصل کی جانے والی کوٹھیوں سے قطع نظر ضلع مانسہرہ میں محکمہ تعلیم کے پرائمری زنانہ و مردانہ ہائیر سیکنڈری سکولوں کے لئے زنانہ و مردانہ ڈی ای او' اور ایس ڈی ای او صاحبان اس وقت پانچ چھ کوٹھیوں میں الگ الگ دفتر جمائے بیٹھے ہیں۔ جن میں بے شمار کمرے متعلقہ سٹاف کے لئے موجود ہیں۔ ان کوٹھیوں کے ساتھ لان بھی ہیں اور اندرونی ضرورت کے مطابق غسل خانے بھی موجود ہیں۔ ان کی طرز تعمیر' سہولتوں اور کمروں کی اکثریت کو دیکھا جائے تو ان پانچ اور چھ دفاتر کی کوٹھیوں کا ماہوار کرایہ کسی طرح بھی چالیس پچاس ہزار سے کم نہیں ہے۔ ریکارڈ سے تصدیق ہو سکتی ہے۔ ان کوٹھیوں کے ہر بڑے چھوٹے افسر' آفس سپرنٹنڈنٹ تک محرک کرسیاں' صوفہ سیٹ' قالین اور دوسرا قیمتی فرنیچر موجود ہے۔ جسے آڈٹ کے نقطہ نظر سے "لگژری آیٹم" کہا جا سکتا ہے اور ہے۔ مگر ان دفاتر میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہر میز پر ٹیلی فون ہے ہر کمرے میں گیس' ہیٹر' برقی ہیٹر' ٹیبل لیمپ موجود ہیں جو دیواری بجلی کے ٹیوبز اور بلبوں کے باوجود سارا دن جلتے رہتے ہیں خواہ موسم باہر کتنا صاف اور گرم کیوں نہ ہو۔

(ii) ان کوٹھی نما دفتروں کا فاصلہ ایک دوسرے سے میلوں کے حساب سے دور ہے جن کے ساتھ باہمی رابطہ کے لئے ٹیلی فون کھڑکتے ہیں یا افسروں کی گاڑیاں گھومتی رہتی ہیں۔ پٹرول کے اور ٹیلی فون کے بلوں کے علاوہ افسروں کے ملاپ پر روایتی چائے پانی' گرم ٹھنڈے سے تواضع ہوتی ہے جو سرکاری فنڈز سے پوری ہوتی ہے۔ عوام اور ضرورت مندوں یا بالخصوص استانیوں کو ان دفاتر کے درمیان پرہجوم راستوں اور فاصلوں سے گزرنا پڑتا ہے جو ایک دفتر سے دوسرے تک بار بار پیش آتی ہیں۔

(iii) پھر یہ بات دفاتر کی تبدیلیوں سے ثابت ہوتی ہے کہ ہر نئے افسر صاحب پرانی کوٹھی چھوڑ کر نئی کوٹھی کرایہ پر لیتے ہیں کیونکہ پہلی کوٹھی پرانے افسر کے کسی رشتہ دار کی ہوتی تھی اور نئے افسر کے نئے رشتہ داروں کو نوازنے کے لئے ان کی کوٹھی نسبتاً زیادہ کرایہ دے کر لینا پڑتی ہے۔ دفتری کوٹھیوں کی آئے دن تبدیلی جہاں زیادہ کرایہ کا موجب ہوتی ہے وہاں دفتری سامان کی تبدیلیوں اور نئی کوٹھی کی آرائشگی بھی قومی دولت کا بے جا ضیاع بنتی ہے اور پرانی کوٹھی سے نئی کوٹھی میں منتقلی عوامی تلاش و جستجو میں عمومی تکلیف کا موجب بھی ہوتی ہے۔

(iv) اگر ان کوٹھیوں میں موجود چھ عدد دفاتر کے مجموعی ماہوار کرایہ کو محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے تو سالانہ کرایہ دو ہزار کم پانچ لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک سال کا نہ سہی دو۔تین سالوں کے اس کرایہ پر شہر سے باہر سستی زمین پر سادہ سی ایک ہی ایسی عمارت تعمیر کی جائے جس میں تمام تعلیمی دفاتر اکٹھے ہی ہوں۔ باہمی رابطہ بھی آسان ہو اور عوامی ضروریات ایک ہی جگہ پر پوری ہو سکیں۔ یہ بات ذہن میں ضرور رکھی جائے کہ ان کوٹھیوں کا یہ کرایہ عرصہ دراز سے ادا کیا جا رہا ہے اور نہ جانے کتنے عرصہ تک مزید ادا کیا جاتا رہے گا۔ آخر محکمہ تعلیم کے یہ دفاتر کسی وقتی ضرورت کے تحت تو نہیں جنہیں اتنے بھاری کرایہ پر خوشنما کوٹھیوں میں سجایا جائے۔ یہ مستقل دفاتر ہیں اور مستقل دفاتر کے لئے اپنی ذاتی عمارت کی سادہ سی تعمیر قومی وسائل کے اس بے دریغ ضیاع سے باآسانی بچائی جا سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ضلع مانسہرہ میں دوسرے محکموں کے دفاتر کو دیکھا جا سکتا ہے جہاں یہ آن بان یہ شان و شوکت موجود نہیں ہے۔ اسی ضلع مانسہرہ میں ضلعی اکاؤنٹ آفس ہے جو ضلع مانسہرہ کے تمام محکموں کا محاسب دفتر ہے۔ خود چار پانچ دکان نما دفاتر میں عرصہ دراز سے کام کر رہا ہے۔

(۲) **پرائمری سکولوں کے اجراء پالیسی اور ان کی حالت زار:۔** مانسہرہ ضلع کے دفتر کی اسی شان و شوکت' ان

کے اندر فرنیچر اور دوسری سہولتوں کی فراوانی' افسران تعلیم کی گاڑیوں کی چمک دمک' پر بے شمار دولت کے اس ضیاع کے بعد ضلع مانسہرہ کے پرائمری سکولوں اور بالخصوص دور دراز کے دیہاتی اور پہاڑی سکولوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ عمارتیں ناکافی اور غیر معیاری ہیں۔ کھیلنے کے گراؤنڈز سرے سے ناپید ہیں اور تدریسی سامان ٹاٹ' کرسیاں اور تختہ سیاہ ندارد ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اسباب قابل غور ہیں۔

(i) پرائمری سکولوں کے اجراء میں یہ پالیسی بنائی ہوئی ہے کہ بستیوں کے مالکان کسی بھی نئے سکول کے اجراء کے لئے کم از کم دو کنال اراضی اپنے ملکیتی رقبہ میں سے محکمہ تعلیم مانسہرہ کے نام انتقال کریں یا پیشگی طور پر عطیہ اراضی کا بیان حلفی داخل کریں۔ تب انہیں نئے سکول کی منظوری مل جاتی ہے یا اس رقبہ پر عمارت تعمیر ہونے کے بعد سکول جاری کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی مشکل تو درپیش آتی ہے کہ دیہی علاقوں میں بڑی تعداد ایسی بستیوں کی ہوتی ہے جو اپنی یا ارد گرد کے ایک دو گاؤں ملا کر مجموعی آبادی طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے نئے سکول کے اجراء کے مستحق تو ہوتی ہے مگر بدقسمتی سے وہ آبادی یا ملحقہ گاؤں ملکیتی اراضی سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ کسی خان یا جاگیردار کے مزارعین ہوتے ہیں اور جاگیردار صاحبان مزارعین کے بچوں کی تعلیمی ترقی کے خواہش مند نہیں ہوتے کہ اپنی ملکیتی اراضی میں سے مفت رقبہ دے دیں۔ چنانچہ ایسی بستیوں کے غیر مالک مزارعین اپنے بچوں کی تعلیمی سہولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(ii) اگر کوئی جاگیردار یا خان صاحب یا بستیوں کا مالک زمین دینے پر آمادہ ہوتا ہے تو بھی وہ اپنی اراضی میں سے غیر مزروعہ پہاڑی اور ناقابل کاشت رقبہ فراہم کرتا ہے۔ جو عموماً آبادی سے دور ٹیلہ نما ہوتا ہے۔ جس پر کھدائی' کٹائی کے حد سے زیادہ اخراجات آتے ہیں اور پھر اس دور دراز پہاڑی مقام تک تعمیری میٹریل کی بہم رسانی اور بھی زیادہ اخراجات کی متحمل ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے مخصوص کردہ فنڈز کا زیادہ تر حصہ اس پر خرچ ہو کر عمارت کے لئے جو کچھ بچ جاتا ہے وہ اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں سے تعمیری اداروں کے کمیشن، ضلع کونسل کے ممبران یا مالک اراضی اپنا اپنا کمیشن وصول نہ کریں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر سکول کے لئے جو عمارت تعمیر ہو گی اس کا معیار جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے گزشتہ کئی سالوں سے سکولوں کی یہ عمارت ضلع کونسل مانسہرہ تعمیر کرایا کرتی تھی اور ٹھیکہ عموماً ضلع کونسل یا متعلقہ یونین کونسل کے ممبر صاحبان لیا کرتے تھے۔ اس طرح "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ" کے کام کا جو حشر ہوتا ہے وہ ان عمارات میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

(iii) چونکہ دیہی آبادی میں سکولوں کی یہ عمارات مفت اراضی کے لالچ میں بستی سے دور پہاڑی ٹیلوں پر تعمیر ہوتی ہیں جس تک آبادی کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی رسائی مشکل ہوتی ہے اور اساتذہ کا قیام بالخصوص زنانہ سٹاف کا قیام تو ناممکن ہوتا ہے۔ نہ ان کے تحفظ کی ضمانت ہوتی ہے نہ خورد و نوش کی اشیاء کی فراہمی ممکن ہو سکتی ہے جس کا قدرتی اور منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے سکولوں میں نہ مرد اساتذہ رہ سکتے ہیں نہ تدریسی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہیں اور نہ زنانہ سٹاف کا وہاں پہنچنا۔ رہائش پذیر ہونا تو سرے سے ناممکن ہوتا ہے۔ جس سے ایسے سکولوں کی تعمیر میں خرابی کی یہ صورت مضمر ہوتی ہے کہ استاد صاحبان اور استانیاں گھر بیٹھے بٹھائے محکمہ تعلیم کے افسران اور بابو صاحبان کو اپنی تنخواہ میں سے مقررہ فیصد دے کر باقی تنخواہ وصول کرتی رہتی ہیں۔ اور ایسے تمام پہاڑی اور دیہی سکول' مالک اراضی خان صاحب یا دوسرے مالک صاحبان کے ذاتی حجرے یا بیٹھکیں اور سرونٹ کوارٹر کا کام دیتے ہیں اور محکمہ تعلیم کے افسران مجاز جس تعلیمی عمل کے لئے تنخواہیں کمیشن' ٹی اے ڈی اے' پر آسائش دفاتر اور نئی نویلی گاڑیوں کے مالک اور بے تاج بادشاہ

بنے پھرتے ہیں ان کی ساری تعلیمی کارکردگی کا یہ انجام ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کی سچائی میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ضلع مانسہرہ "اس کے پہاڑی و قبائلی علاقوں میں تعلیمی پسماندگی کے باعث مرد اساتذہ عموماً زنانہ سٹاف خصوصاً مقامی طور پر ملنا ناممکن ہے۔"

(iv) ان علاقوں میں سکول کے اجراء کے اس اصول کے علاوہ مالکان اراضی کے لئے ترغیب کے طور پر یہ اصول بھی مقرر ہے کہ جو مالک اراضی سکول کے لئے مفت زمین دے گا اس کا خاص آدمی جس کی وہ سفارش کرے گا اسے ان سکولوں میں چوکیدار یا چپڑاسی بھرتی کیا جاتا ہے۔ بظاہر یہ اصول بڑا منصفانہ ہے مگر اس کے پس پردہ نقصان یہ ہے کہ جہاں یہ سکول باقاعدہ چل رہا ہے وہ ملازم تنخواہ حکومت سے وصول کرتا ہے اور خدمات خان کی انجام دیتا ہے۔ وہ سکول کے ملازمتی امور انجام نہیں دیتا کہ اس کا مالک بستی کا خان بنے اور سکول اس کی ملکیت میں تعمیر ہوا ہے اساتذہ مجبور، افسران تعلیم خاموش، اور علاقہ کے لوگ سرگرمیاں ہیں اس کے کیا کہئے جہاں غیر آباد مقامات پر یہ سکول ہیں اور استانیاں دفتروں سے ساز باز کر کے گھروں میں تنخواہ وصول کرتی ہیں۔ ان سکولوں میں مالک اراضی کو سکول کی عمارت کی صورت میں سرونٹ کوارٹر اور سرونٹ دونوں بیک وقت مہیا ہو جاتے ہیں۔

(v) یہ حقیقت ہے کہ محکمہ تعلیم کے پرائمری شعبہ سے متعلق افسران زنانہ و مردانہ دونوں آمدورفت کی سہولتوں گاڑیوں کے باوجود سال میں ایک مرتبہ بھی سکولوں کو بچشم خود دیکھنے کے لئے تشریف نہیں لاتے، ان کی معلومات کا زیادہ تر انحصار اپنے ماتحت انسپکشن کرنے والے افسروں پر ہوتا ہے جو خود ان باتوں اور غیر قانونی کوائف سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں مگر وہ اپنے افسران بالا اور بابو صاحبان کی طرح اسمبلی کے ممبران حتیٰ کہ ضلع کونسل کے ممبران اور مقامی بااثر شخصیتوں سے خائف اور ان کے آلہ کار ہوتے ہیں اور یہ کاروبار یہ ملازمتیں اور یہ عیاشی کے سامان یونہی قائم و دائم رہتے ہیں پھر یہ بھی تو سوچا جائے کہ ان پہاڑی مقامات تک جب سڑکیں موجود نہیں ہیں۔ پہاڑی مقامات اور اونچے ٹیلوں پر واقعہ ان سکولوں تک جب پاپیادہ رسائی ناممکن ہے تو پھر افسران بالا کے لئے ان گاڑیوں کی عیاشی کا مصرف کیا رہ جاتا ہے۔

حرف آخر: ضلع مانسہرہ جس کی اسی فیصد آبادی دور دراز پہاڑی مقامات اور پاپیادہ فاصلوں پر پھیلی ہوئی ہے ان میں واقع ان سکولوں کی عمارات کی خستہ حالی، ان کے محل وقوع، زنانہ و مردانہ سٹاف کی رہائشی و خوردنی تکالیف، سکولوں میں ٹاٹ، چاک اور دوسری تدریسی ضروریات کی عدم موجودگی کے نتیجے میں تدریسی عمل اور تعلیمی پیش رفت کی غیر موثر اور غیر موجود صورت حال کے برعکس افسران تعلیم کی بھاری کرایہ پر لی گئی دفتری کوٹھیوں کی چمک دمک، نئی نئی گاڑیوں کی خرید، پٹرول کے بیش از بیش اخراجات کی اس تفصیل سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں ہے کہ اس ملک اور اس صوبے کے دوسرے اضلاع اور صوبوں میں محکمہ تعلیم کے لئے مخصوص کئے جانے والا سارا بجٹ صرف دفتروں اور افسروں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور بجٹ کے سمندر سے سکولوں سے متعلق پیاسے بچوں اور قوم کو اس کا قطرۂ شبنم بھی نہیں پہنچ پاتا۔

ایسے حالات اور حالات کی اس حقیقت و واقعیت کے بعد آدمی سوچتا ہے کہ پاکستان میں شرح خواندگی کی خواہش، تعلیمی کمیٹیوں اور پالیسیوں کے زور و شور، غیر ملکی قرضوں کا رونا، خودانحصاری کے وعظ، روکھی سوکھی کھانے کی نصیحت اور کشکول گدائی توڑنے کے دعوے کیا حیثیت رکھتے ہیں جب تک ہم کسی بھی شعبے میں اور بالخصوص ضلع مانسہرہ کے اس

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

محفوظ ' قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ
بندرگاہ کراچی
جہازرانوں کی جنت
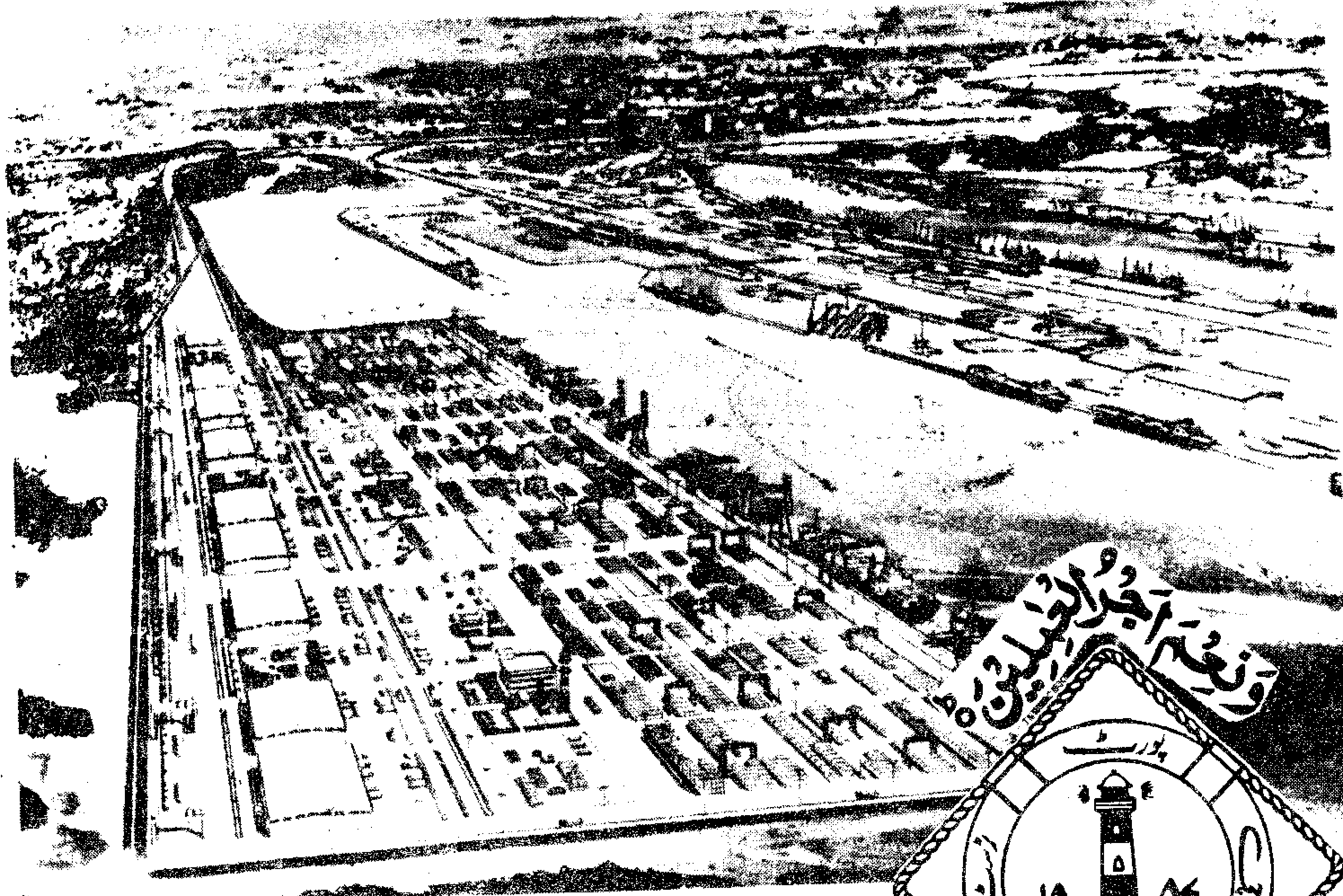
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- مستعد خدمات
- جدید ٹیکنالوجی
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں
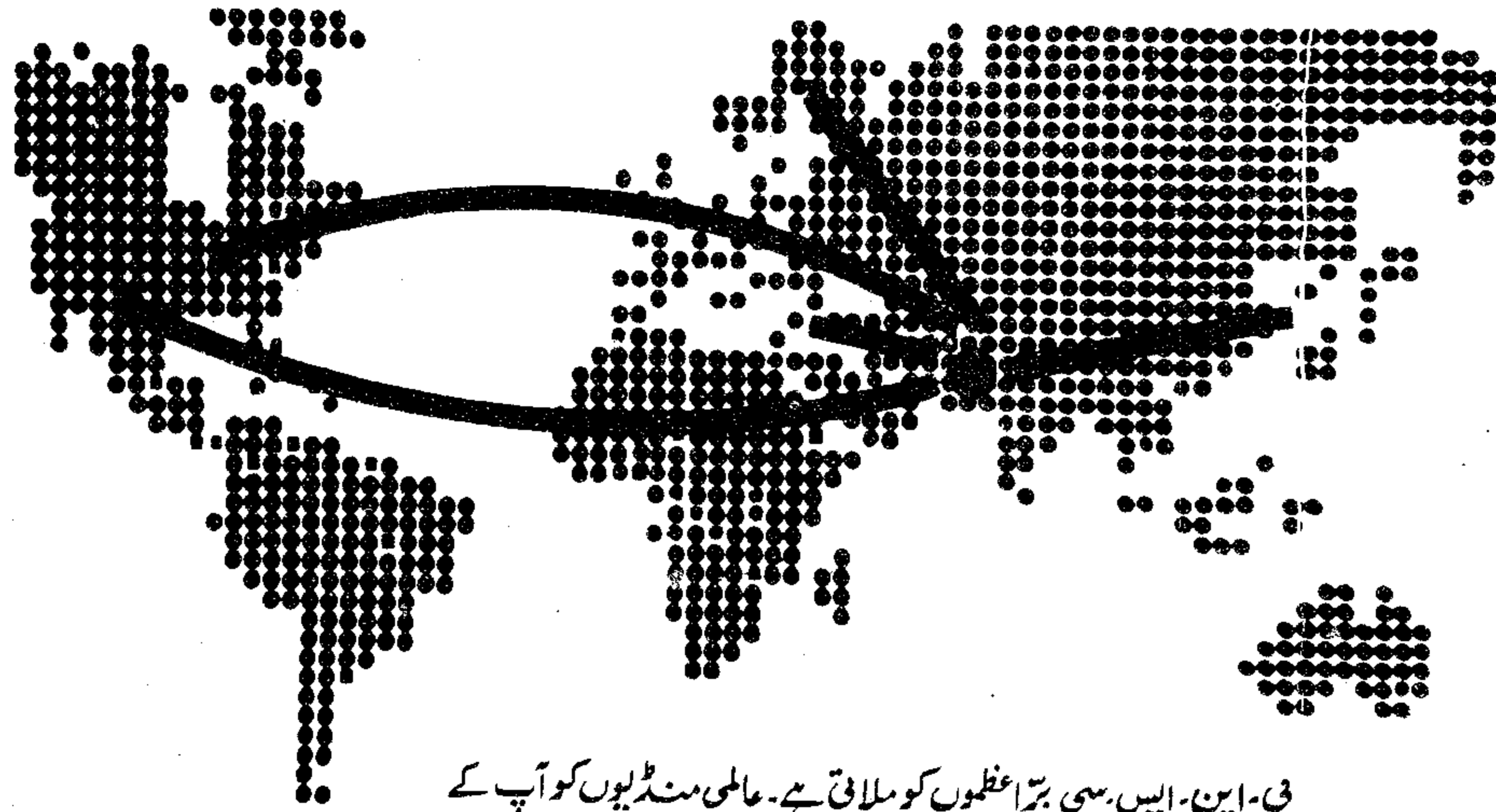
پی - این - ایس - سی براعظموں کو ملاتی ہے - عالمی منڈیوں کو آپ کے
قریب لے آتی ہے - آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل
برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لیئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے -
پی - این - ایس - سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل
جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان ایم این اے

ثمرقند و بخارا اور تاشقند کا تازہ سفرنامہ

دینی مراکز، اہم تاریخی مساجد، قدیم علمی آثار، اسلام کی طرف رجوع عام — دینی انقلاب اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی طرف پیش رفت

مورخہ 10 مارچ 1992ء بروز منگل مطابق 4 رمضان 1412ھ کو گھر' چار سدہ سے اطلاع ملی کہ اسلام آباد کے پی آئی اے کے ہیڈ آفس سے جنرل مینجر نے ازبکستان جانے کے لئے آپ کا پاسپورٹ اور چار عدد فوٹو مانگے ہیں اور وزیر اعظم کی ہدایت پر آپ کا نام وفد میں شامل کیا گیا ہے۔ اس وقت میں پشاور ہشتنگری گیٹ میں حاجی محمود صاحب کی دوکان پر کسی کام کے سلسلے میں بیٹھا تھا' میں نے خود اسلام آباد سے رابطہ قائم کر لیا' جنرل مینجر صاحب سے معلوم ہوا کہ تاشقند اور اسلام آباد کے درمیان ہوائی سروس کی افتتاحی تقریب کی مناسبت سے آپ کا نام خصوصی ہدایات کے مطابق شامل کر لیا گیا ہے' لہٰذا آپ آج ہی پاسپورٹ اور چار عدد تصاویر اسلام آباد پہنچا دیں تاکہ کل ویزا لگوائیں اور پرسوں بروز جمعرات مورخہ 12 مارچ کو آپ پہلی پرواز میں وفد میں جائیں' چنانچہ سوا بارہ بجے اسلام آباد روانہ ہوا اور مطلوبہ اشیاء حوالہ کر دینے کے بعد گھر واپس پہنچا' پھر پروگرام کے مطابق بروز جمعرات مورخہ 12 مارچ 1992ء اسلام آباد ایئرپورٹ پہنچا اور سرکاری کارروائی کی تکمیل کے بعد اور ہوائی اڈہ پر افتتاحی تقریبات انجام پذیر ہونے پر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے صبح کو اسلام آباد سے تاشقند کے لئے پہلی پرواز پر روانہ ہو گئے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہر ہفتہ کو جمعرات کے دن اسلام آباد سے تاشقند کے لئے پی آئی اے کی دو طرفہ پرواز ہو گی اور تاشقند سے کراچی کے لئے ہر اتوار کو وہاں کی دو طرفہ پرواز ہو گی۔

سفر کے دوران عملہ کی طرف سے مختلف معلومات فراہم ہوتی رہیں۔ ایک بج کر چالیس منٹ ظہر کو تاشقند کے بین الاقوامی ہوائی اڈہ پر اترے۔ استقبال کے لئے سرکاری لوگ اور رنگ برنگ لباسوں میں ثقافتی اور فن کار طائفے گلدستے لے کر انتظار میں کھڑے تھے۔ ان کی سرکاری تقریبات کے مطابق مختلف مظاہرے ہوئے اور وفد کو محظوظ کر گئے اور ہر مہمان کو پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے رہے اور ان نئے تعلقات کے قیام پر کافی خوش ہو رہے تھے۔ تاشقند کا ہوائی اڈہ بڑا وسیع اور جہازوں سے بھرا ہوا تھا' سنا ہے کہ یہاں ہوای جہاز بنتے رہے' اور جدائی اور آزادی کے بعد تقریباً تین سو سے زیادہ ہوائی

جہاز ان کے ہاں باقی رہے۔

یہاں ہوائی اڈہ پر سرکاری تقریبات اور دوسری کارروائی کے مکمل ہو جانے پر سیاحوں کے لئے مخصوص اور اعلی قسم کی بسوں میں شہر کی طرف "ازبکستان ہوٹل" روانہ ہو گئے۔ یہ ہوٹل سرکاری مہمانوں اور سیاحوں کے لئے شہر کے درمیان ایک بلند مقام پر پندرہ منزلہ عمارت ہے جو نئی طرز تعمیر اور آسائش اور ہر قسم کی سہولت اور حسن و جمال کا ایک خوبصورت شاہکار ہے۔ ہمارے اس وفد میں کافی ساتھی تھے جن میں 6 سینیٹرز' 8 نیشنل اسمبلی کے ممبران اور صحافی' ٹی وی ' ریڈیو کے نمائندے اور کچھ صنعتکار اور بنک آفیسرز شامل تھے۔

ہر ایک کو مستقل کمرہ دیا گیا ' چھٹی منزل پر میرا کمرہ نمبر 622 اور فون نمبر 320619 رہا' ہر کمرہ ٹیلیفون' ٹی وی اور دیگر جملہ مروجہ ضروریات سے آراستہ تھا۔

ہوٹل میں کچھ دیر آرام کے بعد تاشقند شہر کے نئے حصے دیکھنے کا پروگرام تھا' چنانچہ ساڑھے چار بجے ظہر کو سیاحت کی بسوں میں شہر دیکھنے کے لئے روانہ ہو گئے' کھلی سڑکیں' پیٹرول اور بجلی سے چلنے والی بسیں اور ٹرام' اور زمین دوز بجلی سے چلنے والی ریل کاریں' اور روسی ساخت کی کاریں ' اور خاموشی سے گھومنے والے مرد عورتیں' اور سٹاپوں پر انتظار کرنے والے ' اور مخصوص گرم لباسوں میں سرخ سفید چہرے نظر آ رہے تھے' دو طرفہ اعلی قسم کی عمارتیں کھڑی ہیں اور درخت پھل پھول مسحور کن رہے۔ ایک اسلامی مدرسہ دیکھا جو سولھویں صدی عیسوی میں بن چکا ہے جو پہلے بند رہا اب کھول دیا گیا ہے اس میں ایک جامع مسجد ہے اور قرآنی آیات اور عربی تحریر جگہ جگہ کندہ ہیں اور اب دوبارہ اس کی مرمت اور تزئین و آرائش شروع ہو گئی ہے۔

ہر سیاحت کی بس میں ایک ترجمان نوجوان عورت ہوتی ہے جو انگریزی میں مختلف مقامات اور عمارتوں کی تاریخ ' تعریف' حقیقت اور اہمیت بتلاتی رہتی ہے اور یہ سرکاری طور پر مقرر ہوتی ہے۔

رات کو ہوٹل میں افطاری کے بعد 8 بجے سے ساڑھے 10 بجے تک عشائیہ کا پروگرام رہا جن میں حکومت ازبکستان کے چند وزراء اور مسلمانوں کا مفتی اعظم مولانا محمد صادق اور دیگر معززین شہر اور ہمارے وفد کے ارکان شامل ہو گئے۔ مجلس میں تقریریں' غزلیں اور فن کاروں کے مختلف مظاہرے اور ساحرانہ کرتب لوگوں کو محظوظ کرتے رہے جب کہ ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف خاموش بیٹھے رہے۔

جمعۃ المبارک مورخہ 13 مارچ 1992ء مطابق 7 رمضان المبارک 1412ھ کو دوبارہ تاشقند شہر دیکھنے اور نماز پڑھنے کے لئے پروگرام رہا' چنانچہ پرانے شہر میں ایک بڑی جامع مسجد دیکھی جو جامع طلائی کے نام سے مشہور ہے اس کے خطیب قاری الاستاذ عبدالشکور سے عربی میں گفتگو کر لی جو بخاری کے مدرسہ میں عربی اور پھر معہد اسلامی تاشقند کے فارغ التحصیل تھے اور روانی کے ساتھ عربی بول سکتے تھے

اب یہاں اس جامع میں قائم شدہ مدرسہ تحفیظ القرآن میں پڑھاتے بھی ہیں - ان سے معلوم ہوا کہ تین سال سے تبلیغی حضرات آنا جانا شروع ہو گئے ہیں اور اب کافی لوگ اسلام سے دلچسپی لینے لگے ہیں - جامع طلائی سے باہر سڑک کے شمال میں ایک پرانی اور بہت اونچی عمارت واقع ہے جو ادارہ شئون دینیہ کے نام سے مشہور ہے - ہم اس میں بھی اندر گئے اور پرانی طرز تعمیر اور اونچی اور اعلی قسم کی اس بلڈنگ پر حیرت زدہ ہو گئے - اب دوبارہ اس کی مرمت ہو رہی ہے - پھر مشرق کی جانب معہد اسلامی دیکھا اور اس میں لڑکیوں کے لئے معہد البنات بھی دیکھا جہاں مسلمان لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں - داخل ہو جانے پر وہ ایک طرف پردہ میں ہو گئیں اور اس عمل پر ہم بہت خوش ہو گئے - اس کے قریب اور باہر حضرت امام ابوبکر قفال شاشی کا مزار ہے جو ایک عظیم عمارت اور گنبد میں واقع ہے، جو ایک عظیم حنفی فقیہ اور مشہور بزرگ ہیں -

پھر کل والی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ لی، نمازیوں کا بڑا مجمع رہا اور ہم بھی ہجوم کی بنا پر باہر کھڑے رہے سڑکوں تک لوگ نماز میں مصروف رہے اور بعض مقامی اور سیاح لوگ نمازیوں کا تماشا کرتے رہے - قراءت اور خطبہ لاؤڈ اسپیکر پر ہوتا رہا اور نماز کے بعد ایک قاری صاحب بہت خوش آوازی سے تجوید کے ساتھ تلاوت کرتے رہے - پھر نماز جمعہ کے بعد دوبارہ نئے شہر کی سیر کے لئے نکلے، تاشقند کا مشہور عجائب گھر دیکھا جس میں جمہوریہ ازبکستان اور دیگر ریاستوں کے نوادرات، نئی اور پرانی مصنوعات، مجسمے، مختلف قسم کے قالین اور برطانیہ وغیرہ کے عیسائیوں، بادشاہوں خواتین اور بچوں کی تصاویر ملبوس اور عریاں شکل میں موجود ہیں -

پھر میوہ بازار گئے جو بڑی عظیم الشان گنبد نما بلڈنگ میں واقع ہے جہاں پر ہر قسم کی ترکاری تازہ اور خشک میوے، گوشت وغیرہ ارزاں اور سستا ملتا ہے، عام چیزیں سستی ہیں، چھوٹا گوشت ہمارے پاکستانی روپوں کے حساب سے 15 روپے فی کلو ملتا ہے پھر ڈالر بازار گئے جو سرکاری مارکیٹ ہے اور یہاں باہر کا مال بھی بکتا ہے - خریداری ڈالروں سے ہوتی ہے یا روبل کے ساتھ کوپن بھی دینا پڑتا ہے- بعض ساتھی چیزوں کی خرید و فروخت میں لگے رہے - مارکیٹیں بند جگہ میں ہوتی ہیں سڑکوں کے کنارے تاشقند میں دکانیں نظر نہیں آتیں، البتہ بس سٹاپ کے پاس چھوٹے چھوٹے کیبن ہوتے ہیں جہاں چائے اور دوسری مشروبات ملتی ہیں - دکانوں میں اور دیگر مقامات پر ملازمین اکثر عورتیں ہوتی ہیں کوپن کے ساتھ چیزیں ارزاں ملتی ہیں -

رات کو دوبارہ ہوٹل میں عشائیے کا پروگرام رہا مفتی ازبکستان مولانا محمد صادق بھی شریک ہوئے ان کی خواہش تھی کہ آج رات تاشقند کی ایک بڑی جامع مسجد میں جو جامع زین الدین کے نام سے مشہور ہے، ختم قرآن کی تقریب ہے، وہاں ہمارے ساتھ آپ جائیں چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق عشائیے کے بعد ان کی کار میں ان کے ساتھ جامع زین الدین گئے - ختم کے بعد عربی میں میرا بیان ہوا

اور مفتی صاحب ازبکی زبان میں ترجمہ سناتے رہے - مفتی صاحب جمہوریہ عرب لیبیا میں پڑھ چکے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی امور کے مفتی ہیں' رمضان' عیدین اور دیگر باتیں ان کے فتوی اور حکم کے مطابق انجام پذیر ہوتی ہیں - تراویح کے دوران امام صاحب ہر چار رکعت کے بعد کسی سے باواز بلند **سبحان ذی الملکوت' سبحان ذی الکبریاء و العظمتہ و الجبروت' سبحان الذی ھو حی لا یموت**" الخ کا ذکر کراتے رہے -

بروز ہفتہ مورخہ 14 مارچ 1992ء کو صبح سپیشل چارٹر ہوائی جہاز سے 9:45 بجے پر بخارا کے لئے روانہ ہو گئے جو جمہوریہ ازبکستان کا قدیم شہر ہے اور اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے اور حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا شہر اور درسگاہ ہے - یہ شہر تاشقند سے شمال مغرب کی طرف 575 کیلو میٹر فاصلے پر واقع ہے - جہاز سے برف پوش پہاڑ اور پانی کی جھیلیں اور دیہات اور بڑے بڑے گاؤں' کھیت اور نہریں صاف دیکھنے میں آتے رہے - تقریبا ایک گھنٹہ میں 10:45 بجے صبح بخارا پہنچ گئے - سیاحت کی مخصوص بسیں اور رہبر عورتیں اور دیگر لوگ انتظار میں کھڑے تھے - ہماری بس کے ڈرائیور کا نام نعیم اور رہبر عورت کا نام گل چھرہ تھا' جو دونوں مسلمان تھے -

رہبر عورت پروگرام کے مطابق راستوں میں تعمیرات اور محلات کے نام بتلاتی رہی' فارسی بھی جانتی تھی' کہنے لگی کہ "ثمرقند صیقل زمین است و بخارا مرکز قوت دین است" کہنے لگی کہ ثمرقند کی مسلمان عورتیں نیم حجاب کرتی ہیں اور ان کے حسن میں بناوٹ ہے جب کہ بخارا کی مسلمان عورتیں سماوی پر رومال باندھتی ہیں اور ان کا حسن فطری ہے - میں نے فارسی میں پوچھا کہ بخارا کو بخارا کیوں کہتے ہیں؟ تو کہنے لگی کہ بخارا اصل میں "وی خارا" ہے جو قدیم سنسکرت لفظ "وی گارا" یا "وی قارا" سے لب و لہجہ اور علاقے کے اثر سے بخارا بن گیا ہے - اور اس کا لفظی معنی معبد اور خانقاہ ہے جو یہاں بخارا میں قدیم مشرکوں کا مرکز تھا اور یہاں اطراف و اکناف سے آیا کرتے تھے اس معبد کی جگہ آٹھویں صدی عیسوی میں مسجد بن گئی - اور پھر وہاں ہم گئے اور اب بھی اس بت کدہ کی جگہ ایک پرانی مسجد ہے جو بارھویں صدی عیسوی میں بن چکی ہے -

ہوائی اڈہ سے باہر ایک جامع مسجد ہے جو جامع مسجد بالائے حوض کے نام سے مشہور ہے - اور اس میں لکڑی کے بنائے ہوئے اور منقش چالیس ستون ہیں اور مسجد کے احاطے سے باہر قدیم بڑا منارہ ہے - یہ جامع مسجد امیر بخارا' میر عالم بہادر کے حکم پر 1124 ہجری میں بنوائی گئی ہے - جو نقش و نگار کا حسین مرقع ہے - پہلے بند رہی اب چند روز سے اس میں نمازیں شروع ہو گئی ہیں - جامع مسجد سے قریب مغرب کی جانب امیر اسماعیل سامانی مرحوم کا کونسل ہال دیکھا جو 19 صدی عیسوی میں بن چکا ہے -
بخارا میں جہاں پر حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ درس حدیث دیا کرتے تھے ایک بہت بڑا

مدرسہ ہے جو مدرسہ میر عرب کے نام سے مشہور ہے ' جو یمن کے ایک بزرگ صوفی شیبانی النسل نے بنایا ہے اور اس کا نام شیخ عبداللہ یمنی تھا اور اب وہ اس مدرسے کے ایک کونے میں دفن ہیں ۔ اور اس کی نسبت سے یہ مدرسہ مدرسہ میر عرب کے نام سے مشہور ہو گیا ہے ۔ اس مدرسہ میں تقریباً چار سو طالب علم ' روس کے مختلف ریاستوں کے مسلمان زیر تعلیم تھے اور 25 استاد تھے ۔ ابتدائی مدرسہ ہے اور اس میں حفظ و قرات کا شعبہ بھی ہے ۔ مدرسے کے مدیر کا نام صلاح الدین ہے ' مدرسے کے بالمقابل مغرب کی جانب ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے ۔ جامع مسجد کے خطیب کا نام مولانا جان محمد اور نوجوان تھا اور عربی آسانی سے بول سکتا تھا ۔ اس نے داڑھی منڈائی تھی میں نے کہا کہ آپ اتنی بڑی جامع مسجد کے خطیب اور لوگوں کا مقتدا ہیں آپ داڑھی کیوں منڈاتے ہیں؟ آپ داڑھی رکھیں تاکہ دوسرے مسلمان بھی رکھیں تو اس نے کہا کہ اس کے بعد میں داڑھی نہیں منڈاؤں گا ۔ پھر اس نے جامع مسجد اور مدرسے کی پوری تاریخ اور روئیداد سنائی ' اس کے بیان کے مطابق پہلے جمعتہ المبارک کی نماز میں تیس چالیس تک آدمی ہوتے اور اب ہر جمعہ میں تین چار ہزار تک مسلمان جمع ہو جاتے ہیں ۔ تیس سال پہلے پاکستان سے کچھ لوگ یہاں آئے تھے اور اب تبلیغ والے بھی آنے لگے ہیں اور بخارا میں ان کا مرکز بھی ہے ۔ بخارا میں 80 فیصدی مسلمان اور باقی عیسائی' یہودی' روسی ہیں ۔ یہودیوں کا ایک اور عیسائیوں کے دو گرجے ہیں ۔ اب یہود اسرائیل منتقل ہونے لگے ہیں ۔ یہ جامع مسجد اور مدرسہ شہر کے پرانے حصے میں واقع ہیں اور اس محلے کا نام طاقہ صرافان (محلّہ زرگراں) ہے' جامع مسجد 19 صدی کی ہے جو اب اس کی مرمت ہو رہی ہے ' جامع مسجد اور مدرسہ کے درمیان جنوب کی طرف مزار عبیداللہ خان بھی واقع ہے جو بخارا کے امیر گزرے ہیں ۔

بخارا شہر کے قدیم حصے میں مدرسہ الغ بیگ ہے جو پندرھویں صدی میں ' اور مدرسہ عبدالعزیز بھی دیکھے جو بارھویں صدی عیسوی میں قائم ہوا تھا ۔ یہاں پر ایک پرانی مارکیٹ دیکھی جو دکان عبدا 2 خان کے نام سے مشہور ہے ۔ شیعہ فرقے کا ایک مدرسہ بھی ہے جو مدرسہ نادر دیوان بیگ کے نام سے پہچانا جاتا ہے اور اس کے صدر دروازے پر منقش تصاویر ہیں ۔ ایک پرانی عظیم جامع مسجد بھی ہے جو مسجد لب حوض سے مشہور ہے' اس شیعہ مدرسہ اور جامع لب حوض کے درمیان تفرتح گاہ ہے اور ایک بڑا تالاب اور نہریں ۔ یہاں پر لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں اور چیزیں بکتی ہیں ۔ یہاں پر ایک بڑے ازبکی معمر شخص کا مجسمہ ہے جو گدھے پر سوار ہے اور اسلامی طرز کا سلام پیش کرتا ہے ۔ بخارا کے جدید شہر میں سیاحت ہوٹل میں ظہرانے اور نماز ظہر کے بعد بعض ساتھی بازار گئے اور ہم چند ساتھی اپنی بس میں خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے ان کے گاؤں "قصر عارفانہ" روانہ ہو گئے جو بخارا شہر سے 20 کیلو میٹر کے فاصلے پر مشرق کی جانب واقع ہے' راستے میں سڑک کے دونوں طرف مسلسل آبادی اور زراعت ہے اور زمین کاشت شدہ ہے ۔

خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی قبر چار دیواری کے اندر ہے - قبر باہر سے نظر نہیں آتی صرف قبر کے اوپر کچھ قبلہ نما پتھر نظر آتے ہیں اور اندر جانے کے لئے چار دیواری میں کوئی راستہ بھی نہیں ہے - چار دیواری کے باہر کافی بزرگوں کی قبور ہیں - اور ایک بڑا ہال اور برآمدہ ہے اور ساتھ ایک پرانی اور بڑی جامع مسجد ہے - جامع مسجد کے خطیب سے ملے جس کا نام الحاج مختار عبداللہ تھا اور معمر شخص تھا - عربی آسانی اور روانی کے ساتھ بولتا تھا بخارا کے مدرسہ میر عرب سے فراغت کے بعد تاشقند کے معہد اسلامی میں پڑھ چکا ہے اور پھر شام کے کلیتہ الشریعہ سے ڈگری لے چکا ہے - اور 32 سال مدرسہ میر عرب میں استاد رہے - خطیب صاحب کے بیان کے مطابق خواجہ صاحب کی جامع مسجد میں ڈھائی سال سے نمازیں شروع ہو گئی ہیں - پہلے بند رہی - آپ نے کہا کہ جب یہاں کمیونسٹ آ گئے تو علماء اور دینداروں اور نیک مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر گولیوں سے چھلنی کر دیا کرتے تھے' نکاح اور نماز جنازہ اور قرآن پڑھنے پر مکمل پابندی رہی - ہم رات کے وقت اور چھپ کر کے یہ دینی رسوم ادا کیا کرتے تھے - گھروں کے دروازوں پر پہرہ دار کھڑا کیا کرتے تھے اور رات نصف شب کو گھروں کے اندر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے - پھر سٹالن کے آخری دور میں نکاح اور نماز جنازہ پر پابندی اٹھا دی گئی ' پھر خروشچف نے بھی کچھ آزادی دے دی مگر دین اور قرآن مجید کی تعلیم پر مکمل پابندی رہی - مگر اس کے باوجود علماء کرام نے ہمت نہیں ہاری اور گھروں میں رات کے وقت قرآن مجید اور دینی تعلیمات پڑھانے کے لئے جایا کرتے تھے - الحمد للہ اب مساجد اور مدارس کھلنے لگے اور ان کی مرمت شروع ہو گئی -

خانقاہ کے احاطہ میں ایک حوض ہے جو حوض شہرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے -

خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے سرہانے دیوار سے باہر جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے - آپ کا اصل نام جلال الدین تھا اور آپ اس گاؤں "قصر عارفانہ" میں ماہ محرم 713 ہجری میں پیدا ہوئے اور 791 ہجری میں وصال پائے ' آپ کا نسب نامہ حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے اور آپ نقشبندی طریق تصوف کے موسس ہیں -

بقیہ موجودہ نظام تعلیم

جائزے کی روشنی میں ایسی پالیسیاں اور ایسے اقدامات وضع نہیں کریں گے جن سے کم از کم اخراجات پر زیادہ سے زیادہ مفید نتائج اور بہتر اثرات مرتب ہو سکیں۔

ہمارے افسران تعلیم اور اسمبلیوں کے ممبر حضرات بالخصوص خدا کا خوف اور ملک کی اقتصادی حالت کے پیش نظر اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں ان بے قاعدگیوں میں ملوث ہونے کی بجائے ان پر گہری نگاہ رکھیں اور ان کا انسداد کریں۔ حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ منتخب ممبر حضرات کو غیر ضروری اور غیر محدود اختیارات اور محکموں میں تقرریوں اور تبادلوں کے بلاجواز مداخلت سے باز رکھے۔ کسی ملک میں جمہوریت اگر بادشاہت نہیں ہوتی تو پھر اس کے منتخب ممبران کو کیوں ولی عہد اور شہزادے بنا دیا جاتا ہے۔

الحاج ابراہیم یوسف باوا۔ برطانیہ

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:
"تو میرے نزدیک اللہ (تعالیٰ) کی ساری زمین سے بہتر ہے اور ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھے اس زمین سے نکالا نہ جاتا تو میں اپنی خوشی سے کبھی اس زمین کو نہ چھوڑتا" (معارف القرآن ج 7: ص 672)

ف :۔ معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین دنیا کی ساری زمین سے بہتر ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زمین میں مکہ مکرمہ کی زمین محبوب تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وہاں رہنا دوبھر ہو گیا تھا لہٰذا آپ بحکم الٰہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اس پاک سرزمین میں اللہ تعالیٰ کا گھر آباد ہے جسے کعبۃ اللہ شریف کہتے ہیں۔ بعض روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مکان جو دنیا کی سرزمین پر نمودار ہوا وہ کعبۃ اللہ شریف ہی تھا جو پانی پر ایک بلبلے کی صورت میں تھا پھر اللہ پاک نے اسے پھیلایا۔ اس پاک گھر کے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"کیا عمدہ خوشبو ہے تیری' تو کیا (ہی) اچھا ہے' تیری کیسی تعظیم ہے اور تیری کیسی حرمت ہے ....."

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا مقام ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
---- (لیکن) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک (ایک) مومن کی آبرو اور جان اور مال سب تجھ سے زیادہ حرمت اور عزت والے ہیں" (الخ ماہنامہ البلاغ 23۔4۔66)

ف :۔ اس حدیث شریف میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ شریف کی تعظیم اور حرمت کے ساتھ ساتھ مومن کی آبرو و جان اور مال کی قدر و منزلت بھی ظاہر فرما دی کہ مومن کا کیا مقام ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبۃ اللہ شریف کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں:
"اے اللہ کا گھر! تو کتنی حرمت والا ہے' کتنی عظمت والا ہے' کتنے تقدس والا ہے' کتنا مقدس ہے (حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ) تھوڑی دیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: لیکن

ایک چیز ایسی ہے جس کی عظمت، جس کی حرمت، جس کا تقدس تجھ سے بھی زیادہ ہے (حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ سن کر ایک دم میرے کان کھڑے ہو گئے، میں چونکا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کی عزت و حرمت اور جس کی عظمت بیت اللہ شریف سے بھی زیادہ ہے؟ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وہ چیز مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی آبرو ہے" (مفہوم ایضا 26 - 1 - 21)

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے لئے ایسی حرمت والے ہیں جس طرح تمہارے اس دن (یعنی یوم عرفہ) اس مہینہ (یعنی ماہ ذی الحجہ) اور اس شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی حرمت ہے" (ایضا 23 - 4 - 6)

مومن کا مقام

مسلمانو! ہم نے کبھی دل کی گہرائی سے یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالی کے نزدیک ایک مومن کا مقام اور قدر و منزلت کیا ہے اور آج کا مومن اپنی زندگی کو کہاں گذار رہا ہے؟ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جب تک دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی ہو گا، قیامت برپا نہیں کی جائے گی، دنیا جوں کی توں قائم رہے گی - دوسرے الفاظ میں یوں کہنا مناسب ہے دنیا کی بقاء و حیات اور موت کا دارومدار بھی مومن کی بقاء و حیات اور موت کے ساتھ وابستہ ہے - جب دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہو گا، ساری دنیا اور اس کی ساری چیزیں حتی کہ بیت اللہ شریف، سورج اور چاند ستارے سب توڑ پھوڑ ڈالے جائیں گے -

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ:

کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علی نبیناو علیہ الصلوۃ والسلام (ایک بار) ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے، پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر و قطار ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی - آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح -حضرت) سلیمان بن داؤد (علیہم السلام) کے سارے ملک سے اچھی ہے کیونکہ یہ ملک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے" (فضائل ذکر ص 147)

دنیا کی قیمت

ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک پوری دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی

ہوتی تو کافروں اور مشرکوں کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کافروں اور مشرکوں پر کس قدر چھائی ہوئی ہے اور افسوس صد افسوس کہ مسلمان بھی اس مردار اور بے قیمت دنیا پر مرتے جا رہے ہیں اور جائز ناجائز کی پرواہ بھی نہیں کرتے بلکہ رونا تو یہ ہے کہ حاجی نمازی اور دیندار و مبلغ حضرات کی ماں بیٹیاں' بیوی اور بہن بھی پردہ اور حیاء کو بالائے طاق رکھ کر نصرانی اور غیر مسلم عورتوں کی طرح کمانے میں بھی مصروف ہو گئیں (انا للہ و انا الیہ راجعون)

ایمان و عقیدے کی قیمت

اگر مسلمانوں کی تباہی و بربادی جان و مال اور آبرو کے ساتھ وابستہ رہتی تو بھی ایک فکر کی بات تھی کیونکہ مسلمان کی یہ چیزیں کعبتہ اللہ سے زیادہ قیمتی ہیں لیکن یہ جان لیں کہ یہ جان و مال اور آبرو ایک نہ ایک دن انسان سے رخصت ہونے والی چیزیں ہیں - دنیا ہی میں یہ چیزیں انسان سے رخصت ہو جاتی ہیں جس کا مشاہدہ تقریباً روزانہ ہو رہا ہے - غیروں سے نہیں بلکہ خود مسلمانوں سے اور اسلامی حکومتوں میں مسلمان کی یہ قیمتی چیزیں روزانہ تباہ و برباد ہو رہی ہیں - یا پھر موت کے وقت یہ ساری چیزیں اس سے چھوٹنے والی ہی ہیں - مسلمانوں کی سب سے زیادہ قیمتی چیز ان کا ایمان و عقیدہ اور اخلاق حسنہ ہیں جب یہ چیزیں رخصت ہو جائیں تو وہ انسان جانور حتی کہ خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے اس لئے کہ جنت و دوزخ کا فیصلہ ایمان و عقیدے کے ہونے نہ ہونے سے وابستہ ہیں اور یہ فیصلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو گا -

ایک سبق آموز واقعہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان والے کی قدر و منزلت کا پتہ اس واقعہ سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے سرداروں کو دین اسلام پیش کر رہے تھے کہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ وہاں کسی کام کی بناء پر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بے وقت آنا اور التفات نہ فرمانا' اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آنا اور آپ کی اجتہادی لغزش پر تنبیہہ فرمانے کا ذکر سورہ عبس میں درج ہے - ایمان والا لنگڑا لولا اور نابینا ہی کیوں نہ ہو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بھر کے کافر و مشرک اور غیر مسلموں سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے - آج نام کے ایمان والے' ایمان والوں اور اپنے ہی دینی بھائیوں کی کیا گت بنا رہے ہیں روزانہ کے مشاہدوں میں آتا ہے اور روزانہ اس کی خبریں چھپ رہی ہیں -

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ہر بچہ فطرت (اسلام و توحید) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں" (بخاری)
اور حضرات صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ:
"آج تم دیکھ رہے ہو کہ فوجیں کی فوجیں اسلام میں داخل ہو رہی ہیں لیکن ایک دور آیسا آنے والا ہے کہ فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہو جائیں گی" (در منثور مفہوم)
ف:۔ ایک اندازہ کے مطابق برطانیہ میں پانچ لاکھ بڑے (یعنی ماں باپ) مسلمان بستے ہیں' اوسطاً ہر گھر میں اگر چار بچے ہوں تو بیس لاکھ مسلمانوں کی اولاد بنتی ہے ۔ چونکہ یہاں لازماً پانچ سے سولہ سال تک اسکول بھیجنا ہوتا ہے اور چونکہ مسلمان کے اپنے اسلامی اسکول اور مدارس نہ ہونے کے برابر ہیں لہٰذا نصرانی اسکولوں میں اولاد کو بھیجا جا رہا ہے اور جب وہاں سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو بس نام ہی کے مسلمان رہتے ہیں اور تہذیب و تمدن اور ذہنیت کے لحاظ سے سو فیصد یہودی یا نصرانی یا مجوسی بن چکے ہوتے ہیں ۔

گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

دینداروں کی حالت:

اگر یہ حالت عوام کی ہوتی جو دین سے دور ہیں تو بھی نہایت فکر کی بات تھی کہ یہ بے دینی کی آگ اور چنگاری بھڑک کر اور شعلہ نما بن کر اچھے اچھے گھرانوں کو بھی راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ صوم و صلوۃ کے پابند' دیندار و حاجی اور علماء و مبلغ حضرات کی اولاد بھی اس میں کثرت سے ملوث ہے۔
یاد رکھئے! تبلیغ کی سب سے پہلی منزل اور سیڑھی اپنا گھر ہے ' تبلیغ کا سب سے زیادہ حقدار خود اپنا گھرانہ ہے' اس کے بعد ہر امتی پر حسب استطاعت محنت کی جائے ۔ قارئین کی توجہ ایک واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔
"حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت دی تو لوگوں نے طعنہ دینا شروع کر دیا کہ پہلے اپنے خاندان والوں کو دیکھیں تو اللہ پاک نے آیت شریفہ و انذر عشیرتک الا قربین نازل فرما کر ثابت کر دیا کہ پہلے اپنے کنبہ والوں کو ڈرائیں"
ذیل کے اس واقعہ پر بھی توجہ فرمائیں کہ:
"حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے

جب نکلے تو کسی نے ان سے کہا کہ پہلے اپنی بہن کی خبر لیجئے کہ وہ بھی مسلمان ہو چکی ہیں تو بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے سیدھے بہن کے مکان پر پہنچے"
یہی اصول ہے تبلیغ کا بھی کہ پہلے اپنے ماتحت کے افراد پر محنت کی جائے پھر لوگوں پر محنت کرے' انشاء اللہ اس سے اثر بھی اچھا پڑے گا - یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ اپنے گھرانہ کے افراد کو چھوڑ کر دوسروں پر محنت کی جائے اس سے نام و نمود کا اظہار ہوتا ہے اور لوگوں کی انگلیاں بھی کثرت سے اٹھتی ہیں جس کی ذمہ داری کی باز پرس ہو گی
حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ:
"بڑی ضرورت اس (بات اور کام) کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے (اور اپنے ماتحت کے افراد) کی اصلاح کرے - آج کل یہ فرض عام ہو گیا ہے - عوام میں بھی (اور) خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اور اپنی خبر نہیں - دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی خاطر اپنی گٹھڑی اٹھوا دینا کیسی حماقت ہے" (ماہنامہ الخیر 9 - 3 - 8)
حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک ممتاز عالم نے اپنے لڑکے کو پیش کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی کہ یہ امتحان میں کامیاب ہو جائے - آپ نے دریافت کیا کہ کیا پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ انگریزی! "آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت خفاء ہو کر فرمایا : آپ نے اپنے لئے جنت کا راستہ تجویز کر رکھا ہے اور لڑکے کے لئے جہنم (کا راستہ)" (ماہنامہ ندائے شاہی)
ف:- تقریباً یہی حالت ہر حاجی نمازی' عالم و جاہل اور مبلغ حضرات کی ہے کہ اپنے گھروں میں جہنم کی آگ بھڑکا کر دوسروں کے گھروں کی چنگاری بجھانے چلے' اپنے لئے نیک اعمال کا ذریعہ جنت کا راستہ تجویز کر رکھا ہے اور اہل و عیال کے لئے جہنم کا راستہ (انا للہ و انا الیہ راجعون) اسے شرعی اصطلاح میں منافق اور بہروپیہ کہا جاتا ہے - ایسی تبلیغ سے نہ ان کو فائدہ ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو جس کا روزانہ مشاہدہ ہو رہا ہے - آج اچھے اچھے دینداروں عالموں خواص اور مبلغ حضرات کی اولاد جمعہ اور کفن دفن میں شریک نہیں ہوتی' وہ دین سے نہایت غافل و جاہل ہوتی جا رہی ہے -
حضرت علامہ آلوسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بزرگوں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:
"بروز قیامت سب سے بڑا عذاب میں وہ شخص مبتلا ہو گا جس کی اولاد دین سے غافل و جاہل ہوں" (معارف القرآن)
دیکھئے تو ! عذاب اور صرف عذاب نہیں فرمایا بلکہ "سب سے بڑا عذاب" فرمایا ہے - صحیح ایمان والوں کے قلوب تھرا اٹھتے ہیں کہ اولاد کی غفلت و جہالت صرف انہی تک محدود اور وابستہ نہیں رہتی بلکہ قیامت تک کی نسلوں کی غفلت و جہالت کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑتا ہے - حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے سورہ والعصر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس طرح کی غفلت سے خود اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہوتا ہے (اللھم احفظنا)

اللہ تعالی نے مومنین کو کیسا بلند اور عظمت والا مقام دے رکھا ہے کہ اس کی جان و مال اور آبرو کی قیمت بیت اللہ شریف سے بھی زیادہ ہے پھر مومنین کے ایمان اور عقیدے کا کیا مقام اور رتبہ ہو گا؟ ہمیں یہ مقام اور یہ بلند رتبہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں نصیب ہوا ہے اس کی بہت ہی زیادہ قدر کرنا چاہئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس' اللہ تعالی کو اتنی پیاری اور محبوب ہے کہ آپ تو آپ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے لگی ہوئی قبر اطہر کی مٹی بھی اللہ تعالی کے نزدیک کعبتہ اللہ اور عرش و کرسی سے افضل و برتر ہے۔

حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ:

"زمین کا وہ حصہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہیں علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے" (المہند زبدۃ المناسک حضرت گنگوہی از ماہنامہ الخیر 9 ۔ 3 ۔ 11)

اللہ تعالی ہمیں اپنے مقام اور رتبہ کو پہچاننے کی توفیق بخشے اور اپنے فرمانبردار بندوں میں سے بنائے اور دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائے آمین ثم آمین ۔

بقیہ: اذان دے دوں گا

یا مجھ تک نہ پہنچ سکو تو پھر یہی "اذان" ہمارے اور تمہارے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہو گا۔

اس شخص نے کہا کہ اصل میں یہی وجہ ہے کہ میں کسی بھی بڑے سے بڑے افسر کو جس برائی سے رکنے کے لیے کہتا ہوں وہ فوراً رک جاتا ہے اور جس سے انصاف چاہتا ہوں وہ انصاف مہیا کر دیتا ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج تک پھر کبھی "اذان" دینے کی نوبت نہیں آئی۔ ہاں اگر کوئی افسر میرا حکم ماننے سے انکار کرتا ہے یا ٹال مٹول سے کام لیتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ تم کام درست کر دو ورنہ میں ابھی "اذان دے دوں گا"۔

حضرت مولانا سید تصدق بخاری

سر سیّد اپنی تحریرات کے آئینہ میں

سر سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی متوفی ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء موافق ۱۳۱۵ھ کے عقائد و نظریات اور دینی و فکری شعور کے بارے میں اس دور کے ارباب علم و دانش نے بھرپور تعاقب کیا تھا اور ان کی تفسیر کے خرافات و لغویات اور عقائد باطلہ سے اہل اسلام کو خبردار کر دیا تھا مگر بد قسمتی سے بعض حلقے پھر سے سر سید کی دینی فکر کے علمبردار بن کر ان کی تفسیر قرآن کو از سر نو عمدہ ترین زیور طباعت سے آراستہ کر کے منظر عام پہ لا رہے ہیں اور ان کے نظریات و عقائد کے پرچار کو ایک دینی مشن باور کرا کے ہمہ تن مصروف کار ہو گئے ہیں ایسے حالات میں جناب سید تصدق بخاری کی یہ تحریر یقیناً اہل زیغ و ضلال کے لیے باعث ہدایت اور اہل اسلام کیلئے باعث تنبیہہ و انذار ثابت ہو گی۔ ادارہ

حقیقت یہ ہے کہ سر سید، جنت، دوزخ، فرشتوں کی مخلوق، جنوں کی مخلوق، معجزات، کرامات وغیرہ کے منکر ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سر سید کی تفسیر القرآن، مقدمہ تفسیر حقانی، تاریخ معتزلہ، از زہدی حسن۔ سر سید کی تفسیر القرآن جسے تحریف القرآن کہنا زیادہ موزوں ہے سے چند اقتباسات بقرار زیر ملاحظہ ہو۔

سر سید جنت و دوزخ کی مخلوق ہونے کا منکر ہے

ولهم فيها ازواج مطهرة وهم فيها خالدون (البقرہ ۲۳) کے تحت سر سید نے لکھا ہے۔

پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق و موجود ہیں قرآن سے ثابت نہیں۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۱)

جنت و نار کی جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں نہ حقیقت تاکہ جو چیز ہمارے پاس ہے اسی سے اس چیز کا جو ہم سے پوشیدہ ہے کچھ خیال ہو۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۶)

وعدہ وعید دوزخ و بہشت کے، جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے بعینہ وہی اشیا مقصود نہیں، بلکہ

اس کا بیان کرنا صرف اعلےٰ درجہ کی خوشی و راحت کو فہم انسان کے لائق تشبیہ میں لانا ہے۔ اس خیال سے اس کے دل میں ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی، اور ایک ترغیب اور امر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے اور ایک کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیں گی، شراب پئیں گے، میوے کھائیں گے، دودھ و شہد کی ندیوں میں نہائیں گے اور جو دل چاہے گا وہ مزے اڑائیں گے، اور اس لغو بیہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے میں کوشش کرتا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۵)

اس امر کے ثبوت کے لیے نئے مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا۔ نہ واقعی ان چیزوں کا دوزخ و بہشت میں موجود ہونا۔ ایک حدیث[1] کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں جو ترمذی نے بریدہ سے روایت کی ہے۔ اس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہے گا اڑتا پھرے گا پھر ایک شخص نے پوچھا کہ وہاں اونٹ ہوگا آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہوگا۔ پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہوں بلکہ صرف ان لوگوں کے خیال میں اس اعلےٰ درجہ کی راحت کا خیال پیدا کرنا ہے جو ان کے خیال اور ان کی عقل و فہم و طبیعت کے مطابق اعلیٰ درجہ کی ہو سکتی تھی۔ اس کی مانند اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور اگر ان سب کو صحیح مان لیا جائے تب بھی کسی کا مقصود ان اشیاء کا بعینہٖ بہشت میں موجود ہونا نہیں ہے بجز اس کے کہ جہاں تک انسان کی عقل و طبیعت کے موافق اعلیٰ درجہ کی راحت کا خیال پیدا ہو سکے وہ پیدا ہو۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۴)

پس بہشت کی قرۃ اعین (حوریں) کو ان فطری راحتوں کی کیفیت کی تشبیہ ہے اور دوزخ کے مصائب کو آگ میں جلنے اور لہو پیپ پلائے جانے اور کھلائے جانے کی تمثیل میں بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی راحت و لذت یا سخت سے سخت عذاب وہاں موجود ہے۔ اور حقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت کی وہاں ہے، ان کو اس سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے یہ تو صرف ایک اعلیٰ

---

[1] عن بريدة ان رجلا قال يا رسول الله هل في الجنة من خيل قال ان الله ادخلك الجنة فلا تشاء ان تحمل فيها على فرس من ياقوتة حمراء يطير بك في الجنة حيث شئت الا فعلت وساله رجل فقال يا رسول الله هي في الجنة من ابل قال فلم يقل له ما قال لصاحبه فقال يدخلك الله الجنة يكن لك فيها ما اشتهت نفسك ولذت عينك۔ (رواه الترمذی، مشكوٰة)

راحت و احتظاظ یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کرنے کو اس پیرایہ میں جس میں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ احتظاظ و رنج کو خیال کر سکتا تھا بیان کیا ہے۔

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں، باغ میں سرسبز و شاداب درخت ہیں، دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی (حور و غلمان) نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی پہنتی ہیں، شراب پلا رہی ہیں، ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے، ایک نے ران کے اوپر سر دھر لیا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے، ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ۔ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ (تفسیر القرآن صـ۲۳ ج ۱)

فرشتوں کے مخلوق ہونے کا انکار

ملائکہ کا اطلاق ان قدرتی قوا پر جن سے انتظام عالم مربوط ہے، اور ان شیون قدرت کاملہ پروردگار پر جو اس کی ہر ایک مخلوق میں بہ تفاوت درجہ ظاہر ہوتی ہیں ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ صـ۱۲۹)

اس سے ثابت ہے کہ اس ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۱ صـ۲۵)

خدا اور پیغمبر میں بجز ملکۂ نبوت کے جس کو اکبر ناموس اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے وہ خود ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ صـ۲۴)

قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا۔

(تفسیر القرآن ج ۱ صـ۴۲)

جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر القرآن ج ۱ صـ۴۲)

اور یہ سب کام اس فطری قوت نبوت کے ہیں جو خدا تعالے نے مثل دیگر قوائے انسانی کے انبیاء میں بمقتضائے ان کی فطرت کے پیدا کی ہے اور وہی قوت ناموس اکبر ہے، اور وہی جبرئیل پیغامبر۔

(تفسیر القرآن ج ۱ صـ۲۵)

سر سید بدر کی لڑائی میں فرشتوں کی آمد کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان لڑائیوں میں ایسے فرشتے جن کو لوگ ایک مخلوق جداگانہ اور متحیز بالذات مانتے ہیں،

آتے تھے اور نہ خدا نے ایسے فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اور نہ قرآن مجید سے ایسے فرشتوں کا آنا یا خدا تعالیٰ کا ایسے فرشتے بھیجنے کا وعدہ کرنا پایا جاتا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص۹)

فما لبث ان جاء بعجل حنذ (هود ۷) کے تحت لکھتے ہیں۔

پس ان تمام حالات سے نہ تو ان تینوں شخصوں کا فرشتہ ہونا پایا جاتا ہے اور نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اس طرف قرینہ قیاس زیادہ ہے کہ ان امیروں کے بعد انہوں نے کھانا کھایا ہو اور خدا نے ان کو جو دو جگہ ضیف ابراہیم کرکے بیان کیا ہے یہ قرینہ قوی ہے کہ انہوں نے کھانا بھی کھایا اور حضرت ابراہیم کی ضیافت قبول کی۔ (تفسیر القرآن ج ۵ ص۱۲۵)

تمام علمائے اسلام اس کو ایک مخلوق جداگانہ خارج از خلقت اس کو بطور ایلچی کے خدا و نبی کے درمیان واسطہ قرار دیتے ہیں اور جبرئیل اس کا نام بتاتے ہیں، ہم بھی جبرئیل اور روح القدس کو شے واحد یقین کرتے ہیں مگر اس کو خارج از خلقت انبیاء مخلوق جداگانہ تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاء کی خلقت میں جو ملکہ نبوت ہے اور جو ذریعہ روح مبدا فیاض سے ان امور کے اقتباس کا ہے جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں وہی روح القدس ہے اور وہی جبرئیل۔ (تفسیر القرآن ج ۲ ص۱۵۶)

جنوں کی مخلوق ہونے کا انکار

تمام علمائے اسلام نے جنوں کی جداگانہ ایسی ہی مخلوق قرار دی ہے جیسے کہ انسان کی مگر قرآن مجید سے جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت نہیں۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص۵۹)

جس طرح جنوں کی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا قرآن مجید سے ثبوت نہیں۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص۶۲)

سورہ سبا ۱۳ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:۔

ان آیتوں میں جو جن کا لفظ آیا ہے اس سے وہ پہاڑی و جنگلی آدمی مراد ہیں جو حضرت سلیمان کے ہاں بیت المقدس بنانے کا کام کرتے تھے اور جن پر یہ سب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگلوں میں چھپے رہتے ہیں اور نیز یہ سب قوی اور طاقتور اور محنتی ہونے کے جن کا اطلاق ہوا، پس اس سے وہ جن مراد نہیں ہیں جن کو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق مع ان اوصاف کے جو ان کے ساتھ منسوب کئے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص۶۸)

امیروں سے سود لینا حلال ہے

ان کے سوا وہ لوگ ہیں جو ذی مقدور اور صاحب دولت و جاہ و حشمت ہیں اور اپنے عیش و آرام کے لیے روپیہ قرض لیتے ہیں جائدادیں مول لیتے ہیں مکان بناتے ہیں اور قرض۔ روپیہ لے کر چین اڑاتے ہیں، گو ان کو قرض دینا بعض حالتوں میں خلاف اخلاق ہو مگر ان سے سود

لینے کی حرمت کی کوئی وجہ قرآن مجید کی رو سے مجھ کو نہیں معلوم ہوئی اسی طرح بہت سے معاملات قرضہ کے ہیں جو تجارت کے کاروبار میں پیش آتے ہیں اور ایسے بینکوں کے قائم ہونے سے سود پر تجارت کے مقاصد کے لیے روپیہ قرض دیتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ روپیہ پہنچا دیتے ہیں اور ہر قسم کی آڑھتوں کا کام کرتے ہیں اور جن سے تجارت کو اور ترقی ملک اور افزونی آبادی کو نہایت امداد پہنچتی ہے ان معاملات میں جو سود کو لیا دیا جاتا ہے مجھ کو قرآن مجید کی رو سے اس کے ایسا ربا ہونے کی جس کو اس آیت میں حرام کیا ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۴۳)

غریبوں سے سود لینا حرام ہے

پس قرینہ مقام و ظرف کلام سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس آیت میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے جو غریب مسکین لوگوں سے سود لیتے تھے اور اسی سود کو جو ایسے لوگوں سے لیا جاتا تھا قابل رحم اور ہمدردی اور سلوک کرنے کے تھے، خدا نے حرام کیا اور فرمایا۔ حرم الربا۔ وہی ربا حرام کیا گیا ہے جو ایسے غریب و محتاج آدمیوں سے لیا جاتا تھا جو کھانے کے محتاج تھے۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۴۳)

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے متعلق سرسید کہتے ہیں کہ ان کا باپ تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کا باپ تھا

بطریق اعجاز حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر القرآن ج ۲ ص ۱۵)

پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہ تھے۔

(تفسیر القرآن ج ۲ ص ۲۰)

قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ پیدا ہوتے تھے۔ جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰ کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور (وہ) حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۲ ص ۲۵)

آیت للناس کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کے پیدا کیا تھا محض بیجا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۲ ص ۲۸، ج ۲ ص ۳۲، ج ۲ ص ۳۴)

حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے نہ سنگسار کر کے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے اور خدا نے ان کے درجے اور مرتبہ کو مرتفع کیا۔ رفع کے لفظ سے حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ ان کے جسم کو اٹھا لینے کا۔ (بقیہ صفحہ ۵ پر)

جناب عبدالحی ابڑو صاحب
استاذ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

موجودہ بینکوں کا سود زمانہ جاہلیت میں مروجہ سود سے بدتر ہے

عرب علماء اور ماہرین معاشیات کی رائے

پچھلے دنوں وفاقی شرعی عدالت نے سود کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیتے ہوئے ملکی معاشیات کو اس سے پاک کرنے کا فیصلہ سنایا ' اس سے سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے اور حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئیں ہے ۔ عدالت کے فیصلے کو جوں کا توں تسلیم کرتے ہوئے ہر قسم کے سود کو ختم کرنے کے بجائے مختلف حیلوں بہانوں سے اسے جاری رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اس سلسلے میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ عرب علماء موجودہ بینکوں کے منافع کو حرام کردہ سود کے زمرے میں شمار نہیں کرتے بلکہ اسے جائز سمجھتے ہیں ۔ذیل میں عرب دنیا کے نامور علماء کرام کی آراء کا ایک خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس ضمن میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوسکے ۔

ازہر کی اسلامک ریسرچ اکیڈمی کی فقہ اور فتوی کمیٹی کے چیئرمین الشیخ محمد مصطفیٰ شلبی کی رائے

اصل قرضے پر کسی قسم کا اضافہ جو چاہے پہلے ادا کیا جائے یا بعد میں ' قرضے کے شرعی ہدف اور غرض و غایت کو ختم کردیتا ہے ' چاہے وہ قرضہ غیر پیداواری ہو یا پیداواری (صنعت و تجارت وغیرہ مقاصد کے لئے جیسے ایام جاہلیت میں مشرکین اور یہودی اپنے موسم سرما و گرما کے سفر تجارت میں ایسے قرضے لیا کرتے تھے) ۔ زمانہ جاہلیت میں سودی قرضے دونوں قسم کے مقاصد کے لئے لیے جاتے تھے جنہیں قرآن و سنت نے حرام قرار دیا ۔ اسلام صرف قرض حسن کی اجازت دیتا ہے جس میں پیشگی طے کردہ کوئی اضافہ نہ ہو ۔

یہی رائے اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے سابق سربراہ ڈاکٹر عبدالجلیل شلبی کی بھی ہے ' جو بینکوں کے قرضے کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ خالص سود ہے جو شریعت میں قطعی طور پر حرام ہے ۔

قطر یونیورسٹی کے شعبہ شریعہ اور فقہ کے استاذ ڈاکٹر علی السالوس

امام جصاص فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں سود کی جو شکل رائج تھی وہ تھی : باہمی رضا مندی سے طے کردہ اضافے کے ساتھ رقم اور دینار کا قرضہ دینا ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس کی واضح طور پر ممانعت فرما دی ۔ اہل جاہلیت مذکورہ قرضے کا سود اخیر میں یکمشت یا ماہانہ قسطوں میں ادا کیا کرتے تھے ۔ قسطوں میں ادائیگی کا طریقہ انہوں نے رومیوں اور یونانیوں سے لیا تھا ' اور یہی طریقہ آج کل بینکوں میں مروج ہے جس کے مطابق جمع کردہ رقوم پر متعینہ شرح کے مطابق سود دیا جاتا ہے ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ بینکوں کا منافع اس لئے حرام نہیں کہ اس میں کسی فرد کا استحصال نہیں ہوتا جبکہ جاہلیت کے سود کو حرام قرار دینے کی بنیاد مقروض کا استحصال تھا۔ اس شبے کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر سالوس کہتے ہیں کہ " عربوں کے ہاں غیر پیداوری قرضہ (جس میں استحصال زیادہ ہوتا ہے) بہت کم مروج تھا ' جبکہ بیشتر قرضوں میں براہ راست استحصال نہیں تھا ' جو مکے کے خوشحال چاہے تنگدست باشندے یمن اور شام کا سفر تجارت کرنے والے قافلوں کو فراہم کرتے تھے ' اس کے باوجود اسلام نے ان پر دیئے جانے والے منافع کو حرام ٹھہرایا ' بلکہ اس طرح کا پہلا سود جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقط کیا وہ آپؐ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کا تھا ۔

ڈاکٹر سالوس نے بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ پوری امت مسلمہ نے کسی اختلاف کے بغیر کتاب اللہ کی ہدایت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے وقت کے معاوضے میں قرضے پر بطور شرط عائد کردہ کسی بھی اضافے کو سود شمار کرکے حرام قرار دیا ہے ۔

ڈاکٹر عبدالحمید الغزالی استاذ اسلامی معاشیات ' قاہرہ یونیورسٹی اور چیئرمین مرکز برائے اسلامی معاشیات

بینکوں کے موجودہ ڈپازٹس اور ان پر دیئے جانے والے متعین منافع کے بارے میں بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالحمید الغزالی نے کہا کہ قرضے اور ڈپازٹ (امانت) میں فرق کرنا ضروری ہے ۔ قرضے کو مقروض استعمال کرتا ہے جبکہ ڈپازٹ (امانت) بنیادی طور پر کسی چیز کی حفاظت سے عبارت ہے ' کسی چیز کو اپنے ہاں بطور امانت رکھنے والے کے لئے اسے استعمال میں لانا جائز نہیں ' البتہ اگر وہ اسے مالک کی اجازت سے یا اجازت کے بغیر استعمال میں لاتا ہے تو اب یہ قرضے کی شکل اختیار کرلے گی ' جس پر کسی قسم کی اضافی رقم لینا ناجائز ہوگا ۔ اس لئے آج کل بینکوں میں جو رقمیں بطور ڈپازٹ جمع کرائی جاتی ہیں بینک اسے استعمال میں لاتے ہیں اس لئے یہ امانت کے زمرے میں نہیں آتیں ' ان پر جو منافع

دیا جاتا ہے وہ سراسر سود ہے اور کتاب و سنت کی رو سے حرام ہے ۔ اب تو " امانت " نام کی رہ گئی ہے حقیقت میں یہ ڈپازٹس امانت نہیں بلکہ قرضہ ہیں ' البتہ ڈاکٹر سنہوری کی رائے کے مطابق ان ڈپازٹس کو " ناکمل امانت " کہہ سکتے ہیں جو " امانت " کی کی شکل میں قرضہ ہیں ۔

ڈاکٹر عبدالجلیل شلبی کہتے ہیں کہ " ڈپازٹس پر جو منافع دیا جاتا ہے وہ قرضوں کے منافع کی طرح سود کے زمرہ میں آتے ہیں اور شرعی لحاظ سے حرام ہیں ۔ چنانچہ رقم بینک کے پاس بطور امانت ہوگی جسے اس کے اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے اگر بینک نے اسے استعمال میں لایا اور اسے منافع ہوا تو منافع بینک کا ہوگیا ' اسی طرح خسارہ بھی وہی برداشت کرے گا جبکہ ڈپازیٹر اپنے اصل سرمایہ کا حقدار ہوگا (روزنامہ " الشعب " قاہرہ ۱۵ ر اگست ۸۹ ء)

" پرانے فقہا کے ساتھ ساتھ مصر کے سرکاری عہدوں پر مختلف اوقات میں فائز ہونے والے علماء و فقہاء بھی وقتاً فوقتاً بینکوں کے سود کے حرام ہونے کے فتوے دیتے رہے ہیں ۔ سن ۱۹۰۷ میں مفتی اعظم مصر الشیخ بکرالصفی نے بینکوں کے منافع کی حرمت کا فتوی دیا تھا ۔ ۱۹۴۳ء میں مفتی مصر الشیخ عدالمجید سلیم نے بھی ایسا ہی فتوی دیا تھا ۔ شیخ محمد عبدہ نے بھی ایسے سود کی حرمت کا فتوی دیا تھا جسے ان کے ایک شاگرد نے نقل کیا ہے ۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار اہل علم مختلف اوقات میں فتاوی جاری کرتے رہے ہیں " (اسلامک اکنامکس سوسائٹی قاہرہ کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس (مورخہ ۳۱ ر جولائی ۸۹ ء) میں ڈاکٹر عبدالحمید غزالی کے خطاب سے اقتباس)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی (ڈین شریعہ فیکلٹی قطر یونیورسٹی ۔ معروف داعی و فقیہ اور مؤلف)

" میں فتوی کے سلسلے میں سہولت و آسانی کا علم بردار ہوں ' اس کی وجہ سے مجھے بعض اوقات بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ' اور مجھ پر دین کے بارے میں تساہل پسندی کا الزام لگایا جاتا ہے ۔ مجھے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول بہت پسند ہے کہ " کسی مستند عالم دین کی طرف سے نرمی کا فتوی حکمت و دانش مندی کی علامت ہے " تشدید اور سختی کرنا تو ہر کوئی جانتا ہے " حرام " کا لفظ تو ہر ایک کہہ سکتا ہے ' لیکن جو شخص لوگوں کے لئے کوئی آسانی کی راہ نکالتا ہے تو یہ عین حکمت و دانشمندی ہے بشرطیکہ ایسا شخص مستند و معتبر ہو ۔ لیکن سود اور سودی منافع کا مسئلہ سختی اور نرمی کی بحث سے باہر ہے ۔ یہ معاملہ بہت پہلے ہی سے طے شدہ ہے ۔ (ازہر کی) اسلامک ریسرچ اکیڈمی نے جمال عبدالناصر اور حمزہ بسیونی کے زمانے میں (۱۹۶۵ء میں) بینکوں کے منافع کے حرام ہونے کا متفقہ فتوی دیا تھا ' اس کے بعد مختلف منافع پر منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنسوں میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ۔ چنانچہ اسلامی

معاشیات کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس میں تین سو مسلم مفکرین اور ارباب دانش نے جن میں ماہرین فقہ و قانون ' معاشیات وغیرہ شامل ہیں) متفقہ طور پر ایک قرار داد منظور کی جس میں بینکوں کے منافع کو سود قرار دے کر اسے حرام ٹھہرایا گیا ۔ پھر دو بین الاقوامی فقہ کانفرنسوں میں بھی متفقہ طور پر اسے حرام کہا گیا ۔

میں یہ نہیں کہتا کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے ' لیکن ماہرین اصول فقہ کا یہ طے کردہ اصول ہے کہ کسی اجماع کو اسی طرح کا اجماع ہی منسوخ کر سکتا ہے ' اگر ایسا کوئی اجماع موجود ہے جو بینکوں کے سود کو جائز ٹھہراتا ہو تو سامنے لائیے (اسلامک اکنامکس سوسائٹی قاہرہ کی کانفرنس (منعقدہ مورخہ ۳۱ ر جولائی ۸۹ء) سے خطاب) ۔

بینکنگ سے متعلق جامعہ ازھر کے تحقیقاتی ادارے " اسلامک ریسرچ اکیڈمی " کی دوسری کانفرنس کی قرار داد

۱ ۔ قرض کی تمام اقسام پر منافع سود ہونے کی بنا پر حرام ہے ' چاہے قرضہ پیداواری مقاصد کے لئے ہو یا غیر پیداواری مقاصد کے لئے ' اس لئے کہ قرآن و سنت کی نصوص واضح طور پر دونوں اقسام کو حرام ٹھہراتی ہیں ۔

۲ ۔ سود کی ہر مقدار تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے مطابق حرام ہے : **یا یھاالذین امنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفۃ** (اے ایمان والو ' یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو)

۳ ۔ منافع یا سود کی بنیاد پر قرضہ دینا حرام ہے ' کوئی بھی ضرورت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اس کے جائز ہونے کا سبب نہیں بن سکتی ' اسی طرح سود پر قرضہ لینا بھی حرام ہے ' البتہ اگر انتہائی ضرورت و اضطرار کی حالت میں ایسا قرضہ لیا جائے تو اس صورت میں گناہ کی معافی ہو سکتی ہے ۔ اضطرار کا فیصلہ ہر آدمی کے اپنے دین ایمان اور ضمیر کے سپرد ہے ۔

۴ ۔ کرنٹ اکاؤنٹس ' چیک اور ڈرافٹوں کی ادائیگی ' کریڈٹ لیٹرز ' ایکسچینج بل اور بینکنگ کے اس طرح کے دیگر ملکی سطح پر کئے جانے والے معاملات جو صارفین اور بینکوں کے درمیان ہوتے ہیں اور ان پر جو اجرت لی جاتی ہے وہ سود کے زمرے میں نہیں آتی ۔

۵ ۔ طویل المیعاد اکاؤنٹس یا سودی اکاؤنٹ کھولنا یا سود پر قرضے فراہم کرنا " سودی معاملات " کے ضمن میں آتا ہے ' اس لئے ایسا کرنا ناجائز ہے ۔

" اسلامک بینکنگ " سے متعلق دوسری کانفرنس (منعقدہ مورخہ ٦ ۔ ۸ جمادی الثانیہ

۱۴۰۳ھ ی ۲۱ ی ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء) کی تجاویز اور قرار دادیں

۱ - کانفرنس نے اس بات پر زور دیا کہ مغربی اور دیگر ماہرین معاشیات جس چیز کو " منافع " (Interest) کا نام دیتے ہیں، وہ شرعی لحاظ سے حرام کردہ سود ہے -

۲ - کانفرنس صاحب ثروت مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے مال ترجیحی طور پر عرب اور مسلمان ممالک کے اسلامی بینکوں ' کمپنیوں اور مالی اداروں میں یا پھر غیر مسلم ممالک کے مسلم اداروں میں ڈپازٹ کروائیں ' جب تک ایسا نہ ہو اس وقت تک انہیں سود کی مد میں غیر اسلامی بینکوں سے جو " منافع " ملے وہ چونکہ حرام ہے اس لئے اسے لے کر مسلمانوں کے رفاہی کاموں میں صرف کردیں - اگر غیر اسلامی بینکوں میں رقوم ڈپازٹ کرانے سے بچا جا سکتا ہے اس کے باوجود ان کے ساتھ مالی لین دین جاری رکھنا شرعی لحاظ سے ناجائز عمل ہے -

۳ - کانفرنس مطالبہ کرتی ہے کہ موجودہ اسلامی بینکوں کو مضبوط بنایا جائے اور اس طرح کے مزید بینک کھولے جائیں تاکہ ہر سطح پر ان سے استفادہ کیا جائے

بینکوں کا منافع (تحریر : پروفیسر ڈاکٹر فتحی ا و لاشین مشیر شریعت برائے دبئی اسلامک بینک اور ممبر کمیٹی برائے فتوی و نگرانی

۱ - معاشیات کی اصطلاح میں " منافع " (Interest) اس رقم سے عبارت ہے جو اصل سرمایہ قرض پر اضافہ کرکے دیا جائے - چنانچہ یہ ایک ایسا معاشی مظہر ہے جس کی بنیاد معاہدہ قرض ہے - اور معاملہ کی ایک مخصوص نوعیت " ڈپازٹ " سے وابستہ ہے - یہ " منافع " اصل سرمایہ قرض پر فی سینکڑہ کے حساب سے دیا جاتا ہے ' فائدہ اور نقصان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ' ادائیگی کے وقت اصل سرمایہ کے ساتھ اسے ملا دیا جاتا ہے ' پس اس کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ پہلے سے متعین کردہ ہوتا ہے ' اور اصل سرمائے کی طرح واجب الاداء ہوتا ہے -

۲ -

بینک ڈیپازٹس کی حقیقت :

سودی بینکوں میں سرمایہ رکھنے کی شکل اپنی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے " ودیعت " (امانت) نہیں ' اگرچہ اسے اپنے آغاز اور بنیاد کے تسلسل کی وجہ سے " ودائع " (Deposits) کہا جاتا ہے جبکہ " ودیعت " شرعی اور قانونی لحاظ سے کسی چیز کی حفاظت کرنے کا معاہدہ ہے چاہے معاوضے پر ہو یا بلا معاوضہ ' موجودہ بینکوں میں کرایہ پر " لاکرز " مہیا کرنا اس کی ایک شکل ہے - بنیادی طور پر "

ودیعت " (Deposit) کو وہ شخص اپنے زیر استعمال نہیں لاسکتا جس کے ہاں اسے (بطور امانت) رکھا گیا ہو ' اگر وہ چیز خود ہی تلف ہوگئی ہو تو متعلقہ شخص سے اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا بلکہ اپنے مالک کی ملکیت کے طور پر تلف ہوگی ۔ اگر اپنے پاس بطور امانت رکھنے والے صاحب نے اسے اصل مالک کی اجازت سے یا بغیر اجازت استعمال کیا تو وہ اس کی ادائیگی کا پورے طور پر ذمہ دار ہوگیا اور یہ اس کے ذمے میں بطور قرض ہوگی ۔

موجودہ بینکوں کے ڈیپازٹس ' درحقیقت ڈیپازٹس (امانت) نہیں ہوتے ' اس لئے کہ بینکوں کے مروجہ عرف میں اسے بینک کے ذمے قرضہ ہی تصور کیا جاتا ہے ۔ چنانچہ بینک اس میں اپنی آزاد مرضی سے تصرف کرتا ہے اور سرمایہ کاری کی صورت میں خود ہی اس کے منافع کا مالک ہوتا ہے ۔ ڈیپازیٹر مقررہ وقت پر سرمائے کی قیمت اور منافع حاصل کرسکتا ہے ' چونکہ یہ رقم بینک کے ذمے قرضہ ہوئی ہے اس لئے بینک مقروض ' اور ڈیپازیٹر قرض دہندہ بن جاتا ہے ' جبکہ اس پر " منافع " (Interest) کی ادائیگی کی ' رواجی اور تحریری معمول کے مطابق (گویا کہ) پہلے ہی سے شرط ہوتی ہے ۔

یہ کہنا کہ " یہ قرضہ کی لین دین کا معاملہ نہیں " ' درست نہیں ورنہ پھر اس کی اور شکل کیا ہے ؟ قرضے کی شرائط میں مقروض کی طرف سے مانگنا شامل نہیں ' چنانچہ اگر کسی مالدار کو ضرورت مند کی ضرورت کا پتہ چلے اور وہ اسے از خود (مانگے بغیر) قرضہ دے دے تو اگر اس نے واپس لینے کی نیت سے ایسا کیا ہے تو یہ قرضہ ہی ہوگا ۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مقروض کا ضرورت مند ہونا بھی اس کے لئے شرط نہیں ' اس لئے کہ ایک مالدار کا دوسرے مالدار سے کسی بھی وجہ سے قرضہ لینا درست ہے ۔ ایسی صورتیں روزمرہ زندگی میں پیش آتی رہتی ہیں ' قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ایسا کرنے کا ثبوت ملتا ہے : **وان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة** اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مقروض مالدار ہو اور اسے قرضے کی واپسی کی استطاعت ہو تو مہلت دیئے بغیر اس پر ادائیگی لازم ہے ۔

۴ ۔ سودی بینک سرمایہ کاری کا کاروبار نہیں کرتے ' بلکہ پیسوں کی لین دین کے ذریعے تجارت کرتے ہیں ۔ بینک قانونی طور پر صارفین کی رقموں سے سرمایہ کاری کرکے فائدہ اور نقصان کا خطرہ مول نہیں لے سکتے ۔ بینکوں کے کاروبار کی بنیاد یہ ہے کہ سود پر رقمیں حاصل کرکے زیادہ شرح سود کے ساتھ ان سے قرضہ دیا جائے اور اس شرح میں جو کمی بیشی ہے اس کا فائدہ اٹھایا جائے ۔ سرمایہ دارانہ نظام معاشیات کی بنیاد بھی یہی ہے ۔ دونوں صورتوں میں بینک کی پوزیشن مقروض اور قرض دہندہ کی ہوتی ہے ' جبکہ درحقیقت اس کی اصل پوزیشن ایک سودی دلال کی ہے جو دونوں منافعوں کی شرح میں پائے جانے والے فرق (Difference) کا مالک بن جاتا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ بینک جو منافع دیتا یا لیتا ہے وہ سراسر سود ہے جس میں " ربا " کے تمام اجزاء اور اسکی حقیقت و ماہیت پوری طرح موجود ہے ۔ ماہرین معاشیات اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "

منافع (Interest) پیسوں کے استعمال کی اجرت یا قیمت ہے بس ۔ اصل ڈپازٹ ۔ قرضہ ہے ' اور پیسہ ہی وہ بنیادی چیز ہے جو ڈپازٹ کے عمل کا محور ہوتا ہے ۔ ماہرین قانون " منافع " کو تلافی (Compensation) کا نام دیتے ہیں لیکن اس نام کا اس پر انطباق نہیں ہوتا ' اس لیے کہ اس میں قطعی طور پر یہ شرط نہیں کہ قرض دہندہ کو کوئی نقصان پہنچا ہو ' چنانچہ یہ حضرات ' قرض دہندہ کے ان رقوم سے استفادہ نہ کرسکنے ہی کو بذات خود نقصان قرار دیتے ہیں چاہے اس دوران اسے ان کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو ۔

ازھری علماء کا فتوی

جامعہ ازھر کے ایک سو نامور علماء اور اساتذہ نے بھی بیک زبان سیونگز سرٹیفکیٹس اور سیونگ اکاؤنٹس سے حاصل ہونے والے منافع کو ناجائز قرار دیا ہے ۔ مصر کے ایک اخبار " النور " نے اپنی ۲۰ / ۹ / ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں ان کے ناموں کی مکمل فہرست شائع کی ہے ۔

بقیہ : سرسید اپنی تحریرات کے آئینہ میں

نفاذ حدود اللہ کا انکار سورۃ المائدہ کی آیت ۳۳ - ۳۸ کے تحت لکھتے ہیں ۔ ان آیتوں میں جو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم ہے اور نیز اس آیت میں جس میں چور کا صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے وہ لازمی نہیں ، اور جن لوگوں نے اس کو لازمی سمجھا ہے انھوں نے استنباط مسائل میں غلطی کی ہے ۔

(تفسیر القرآن ج ۳ صـ ۱۳۲)

معراج جسمانی کا انکار ہمارا اور ہر ذی عقل کا بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس (معراج) کو ایک واقعہ خواب کا تسلیم کرے ۔ (تفسیر القرآن ج ۶ صـ ۱۲۲)

ہماری تحقیق میں واقعہ معراج کا ایک خواب تھا جو رسول نے دیکھا ۔ اسی خواب میں یہ بھی دیکھا کہ جبرئیل نے آپ کا سینہ چیرا اور اس کو آب زمزم سے دھویا قابل انکار نہیں ہے اور نہ اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے ۔

(تفسیر القرآن ج ۶ صـ ۱۳۰)

سرسید احمد خان کے ہفوات ، باطل عقائد و نظریات اور خرافات ہم نے بلا تبصرہ اس لیے نقل کر دیئے ہیں کہ عام قارئین اور کم تعلیم یافتہ مسلمان بھی ان بنیادی اور اصولی عقائد و نظریات اور شرعی حقائق اور ان کے مسلمہ دینی حیثیت سے باخبر رہیں جن کا سرسید نے اپنی مندرجہ بالا تحریرات میں انکار کیا ہے اس آئینہ میں سرسید کے پیروکار اور اس کو خالص دینی اور علمی رہنما تسلیم کرنے والے اس کے حقیقی چہرہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

شیخ نذیر حسین، مدیر اُردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

حافظ ابو العلاء الھمدانی

نامور محدّث اور صوفی

یاقوت الرومی نے عرب ادیبوں، نحویوں، لغویوں اور شاعروں کے حالات میں ایک مبسوط کتاب معجم الادباء بیس جلدوں میں لکھی ہے۔ اس کتاب کی آٹھویں جلد میں انھوں نے چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدّث اور صوفی حافظ ابو العلاء الھمدانی کے دلچسپ اور اثرانگیز احوال لکھے ہیں، جس کی ضروری تلخیص پیش خدمت ہے۔ (شیخ نذیر حسین)

حافظ ابو العلاء الھمدانی کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے:۔ ابو العلاء الحسن بن احمد الحسن بن احمد ابن محمد بن سہل بن سلم بن عشکل بن اسحاق العطاء الھمدانی، عشکل عربوں کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ وہ ۴۸۸ھ میں جنوبی ایران کے مشہور شہر (ہمذان) میں پیدا ہوئے۔ ہمذان ایران کا قدیم ترین شہر ہے، جس کا ذکر تورات میں احمتا کے نام سے بھی آیا ہے۔ یہاں ابن سینا کی قبر بھی ہے، مشہور ادیب اور انشا پرداز بدیع الزمان بھی اس سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔

ابو العلاء بچپن ہی سے نہایت ذہین فطین تھے۔ انھوں نے ایک قاری سے قرآن مجید صرف سورہ یوسف تک حفظ کر کے باقی قرآن مجید ایک بار خود بخود حفظ کر لیا۔ باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا تو انھوں نے ایک دن میں نحو میں شیخ عبد القادر جرجانی کی کتاب الجمل یاد کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے جمہرۃ اللغۃ (ابو بکر بن درید)، کتاب المجمل (ابن فارس) اور کتاب النسب (زبیر بن بکار) جیسی امہات کتب بالکل حفظ کر ڈالیں۔ اس کے بعد وہ علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور ان علوم میں کمال حاصل کیا۔ لوگوں نے ابو العلاء سے پوچھا کہ آپ نے زیادہ تر علوم قرآن اور حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ابتدائی عمر میں دیکھا کہ اکثر لوگ ان علوم کے درس و تدریس سے رغبت اور اکابر علماء سے ملاقات کا شوق نہیں رکھتے، اس لیے میں نے اپنی ساری عمر علوم دین کے حصول میں صرف کر دی ہے۔

حافظ ابو العلاء دن کو کتابت حدیث یا اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے یا طلبہ کو پڑھاتے رہتے یا قرآن پاک کسی سے سنتے رہتے۔ انھوں نے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصے میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے، دوسرے حصے میں غور و فکر کرتے اور تیسرے حصے میں استراحت فرماتے۔ جب وہ سو کر اٹھتے تو کبھی ا/

باکریم یا کریم آکر پڑھتے ۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں کی کھلے دل سے امداد کرتے چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا گھر رہن تھا ۔

حافظ ابوالعلاء کو علم حدیث سے بے حد شغف تھا ۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجھے ایسی حدیث سنائے جو مجھ تک نہ پہنچی ہو تو میں اس کا منہ سونے سے بھر دوں گا ۔ اس کے باوجود وہ مجمع عام میں حدیث کی روایت اور اس کی تشریح و تفسیر سے محترز رہتے ان کو ڈر لگا رہتا کہ سناتے وقت حدیث کے الفاظ میں کمی بیشی نہ ہو جائے وہ شدت سے سنت پر عمل کیا کرتے تھے ۔ اگر کوئی شخص چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو، سنت کے خلاف کام کرتا تو اس کو فوراً ٹوک دیتے ۔ ایک دفعہ سلطان محمد، حافظ ابوالعلاء سے ملنے آیا ۔ انہوں نے سلطان کو بہت سی نصیحتیں کیں اور جب سلطان جانے لگا تو انہوں نے اس کو تاکید کی کہ وہ سب سے پہلے اپنا دایاں پاؤں باہر نکالے اور دائیں جانب سے راستہ پکڑے ۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کے نام باوضو لکھتے ۔

حافظ ابوالعلاء کے علم و فضل اور دینداری و پرہیزگاری کی ساری اسلامی دنیا میں دھوم تھی ۔ دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دفعہ ایک مراکش عالم ان کی علمی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع ہے ۔

سعی الیک علی قرب و من بعد   من کان ذا رغبة فی العلم و سند

(دور و نزدیک سے کشاں کشاں ان کے پاس علم کے شائق اور سند حدیث کے متوالے آرہے ہیں)

امام ابوالمبارک المقری الشیرازی نے حافظ ابوالعلاء کی مدح میں یہ شعر کہا ہے :-

سار سیر الشمس فی کل موطن   وھب ھبوب الریح فی الشرق والغرب

(سورج کی طرح ہر جگہ ان کا ذکر جاری وساری ہے اور ہوا کی طرح وہ مشرق و مغرب پر چھائے رہتے ہیں)

حافظ ابوالعلاء خدا رسیدہ بزرگ اور ولی کامل تھے ان کے معاصرین ان کے علم و فضل اور تقویٰ و دیانت کے بے حد مداح تھے ۔ حافظ ابوجعفر اپنے زمانے کے ممتاز محدث تھے ۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر روز قیامت مجھ سے پوچھا گیا کہ تم اپنے ساتھ [illegible] کیا لائے ہو تو میں حافظ ابوالعلاء کو پیش کر دوں گا ۔ ایک دفعہ حافظ ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد اصفہانی کی جامع مسجد میں محدثین کی ایک جماعت کو حدیث کی املا کرا رہے تھے کہ ناگہاں حافظ ابوالعلاء تشریف لے آئے تو حافظ ابوالقاسم نے املا بند کر کے حاضرین سے کہا کہ جس نے اس صدی کے مجدد کو دیکھنا ہو وہ حافظ ابوالعلاء کو دیکھ لے تو تمام حاضرین نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا ۔ حافظ ابوطاہر السلفی اسکندریہ کے مشہور محدث تھے ۔ ان کی مجلس درس میں ایک دفعہ حافظ ابوالعلاء کا ذکر آیا تو حافظ سلفی نے کہا کہ دینداری نے ان کو سرفراز کیا ہے ۔

حافظ ابو العلاء مستجاب الدعوات تھے۔ خلیفہ عباسی ـــــ لامر اللہ ان کا بڑا معتقد تھا اور خط میں انہیں وارث علم الانبیاء اور حافظ شرع المصطفیٰ لکھا کرتے تھے اور ہمیشہ ان سے طالب دعا رہتا تھا، لیکن حافظ صاحب نے کبھی بھی کوئی عطیہ یا صلہ اور انعام قبول نہیں کیا بلکہ بغداد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ ان کے کشف و کرامات کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔ استاد بہلہ حافظ ابو العلاء کے گھر کے لیے آٹا پیسا کرتے تھے۔ ایک دن بہلہ آٹا پیس کر لا رہے تھے کہ راستے میں ایک درویش نے اس سے تھوڑا سا آٹا مانگا، لیکن اس نے نہ دیا۔ جب وہ حافظ صاحب کی خدمت میں آٹا پیس کر لایا تو انھوں نے کہا کہ اگر تم اس درویش کو مٹھی دو مٹھی آٹا دے دیتے تو تمہارا کیا بگڑتا۔ بہلہ نے توبہ کی اور ان کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

شیخ مسعود النعال ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ دعا کے لیے حافظ ابو العلاء کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حافظ صاحب پہلے سے ذکر فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جس نطفہ سے کوئی جاندار پیدا کرنا منظور ہوتا ہے، وہ ضرور پیدا ہو کر رہتا ہے۔ شیخ مسعود یہ سن کر رو پڑے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو شیخ مسعود نے جواب دیا کہ میں بے اولاد ہوں اور میں حافظ صاحب سے دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکا ارزانی فرمائیں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بچے کی پیدائش کے لیے دعا کی اور اپنا بچا کھچا کھانا عنایت فرمایا کہ وہ اسی اہلیہ کو جا کر کھلا دیں، چنانچہ ایک مدت کے بعد شیخ مسعود کے ہاں حافظ صاحب کی دعا سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

حافظ ابو العلاء کا ایک خادم تھا، جس نے ان کی دس برس خدمت کی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اس عرصے میں حافظ صاحب کی بہت سی کرامتیں دیکھیں۔ ایک دفعہ وہ نماز تہجد کے لیے وضو کرنے کے لیے اٹھے اور پانی مانگا۔ میں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو وہ سونے کے پانی سے بھرا ہوا نکلا جس کی چمک دمک سے سارا گھر روشن ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر چیخ اٹھا اور حافظ صاحب کو ڈول دکھایا تو انھوں نے انا للہ اور استغفر اللہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں پھر میرے ہاتھ سے ڈول لے کر اس کو کنوئیں میں گرا دیا اور دوبارہ خالی پانی نکال لیا اور مجھے تاکیداً کہا کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

شیخ عمر بن سعد بیان کرتے تھے کہ وہ اور حافظ ابو العلاء ہم سفر تھے اور کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ہمیں ایک محدث ملے۔ حافظ ابو العلاء نے اپنی مسموعات کا ایک جز نکال کر ان کی قرآت شروع کر دی۔ قرآت سے فارغ ہو کر ہم اپنے اپنے راستے کی طرف چل دیتے ذرا آگے چل کر ایک نہر دکھائی دی جسے عبور کرتے ہوئے وہ جز پانی میں گر گیا۔ حافظ صاحب کو بہت غم و افسوس ہوا۔ ناگہاں ایک بزرگ قبول صورت کہیں سے نمودار ہوتے۔ انھوں نے حافظ صاحب سے ان کے غم و اندوہ کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے اس جز کے ضائع ہونے کا ذکر کیا۔ اس بزرگ نے کہا کہ اب قلم لے کر اپنی ضائع شدہ مسموعات لکھنا شروع کر دو۔ وہ بزرگ

لکھواتے جاتے تھے اور حافظ صاحب لکھتے جاتے تھے اور تعجب سے دیکھتے بھی جاتے تھے۔ جب املا ختم ہو چکی تو حافظ صاحب نے اس بزرگ کا دامن پکڑتے ہوئے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ جواب ملا کہ میں تمہارا بھائی (حضرت) خضر ہوں۔ اس کے بعد وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

حافظ ابوالعلاء کی اہلیہ کا بیان ہے کہ ان کے گھر کے اوپر ایک کمرہ تھا جس کے دروازوں کو بند کر کے رات اور دن کے بیشتر اوقات میں حافظ صاحب تن تنہا خلوت گزین رہا کرتے تھے اور میں اکیلی اداس اور پریشان ہو کر وقت گزارتی تھی۔ ایک دن مجھے شوق چرایا کہ میں اوپر جا کر دیکھوں تو سہی کہ وہ اکیلے بیٹھے کیا کرتے رہتے ہیں، چنانچہ میں ہمت کر کے اوپر چڑھ گئی۔ چڑھتے چڑھتے میں نے دیکھا کہ ہر جگہ نور ہی نور چھایا ہوا ہے، جس سے گھر کا کونا کونا روشن ہے۔ میں نے دروازے کی درزوں سے دیکھا کہ حافظ صاحب ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد ایک جماعت کچھ پڑھ رہی ہے، مجھ کو پڑھنے والوں کی دھندلی سی شکلیں نظر آ رہی تھیں اور مدھم سی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گئی اور بے ہوش ہو گئی میں کچھ دیر کے بعد ہوش میں آ گئی تو دیکھا کہ حافظ صاحب میرے سر پر کھڑے ہیں اور محبت سے پوچھ رہے ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ کہنے لگے کہ اگر میری خوشنودی چاہتی ہو تو اس منظر کو کسی پر ظاہر نہ کرنا، چنانچہ میں نے اس واقعہ کو عمر بھر چھپائے رکھا ہے اگرچہ اس خوف، دہشت اور گھٹن سے میں خود بیمار پڑ گئی اور اپنے والدین کے گھر علاج کے لیے چلی گئی۔ انکی بیوی کے بھائی کا بیان ہے کہ میری بہن کی موت کا سبب یہی واقعہ تھا۔ ان کے علاوہ ان کے بہت سے مکاشفات اور کرامات بھی ہیں۔

جب حافظ ابوالعلاء کا آخری وقت آیا تو ان کے بعض مریدوں نے انہیں کلمہ شہادت کی تلقین کرنا چاہی لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی پھر اس میں گستاخی اور بے ادبی کا بھی احتمال تھا۔ آخر ان کے ایک مرید نے سورہ یٰسین شروع کر دی۔ اتفاق سے اس مرید نے ایک جگہ پڑھنے میں غلطی کر دی۔ حافظ صاحب نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور غلطی کی تصحیح کر دی ہمیں اس پر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد دوا کا پیالہ ان کے لبوں پہ رکھا گیا تو انہوں نے منہ موڑ کر پیالہ لبوں سے ہٹا دیا اور بلند آواز سے خود کلمہ شہادت پڑھ کر جان، جان آفرین کے سپرد کر دی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انہیں بروز جمعرات (۱۹۔ جمادی الاول ۵۹۹ھ) دفن کیا گیا۔

حافظ ابوالعلاء نے درہم و دینار کو کبھی بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ عوام کی صلاح و فلاح کی انہیں ہر وقت فکر رہتی، جو کچھ آتا وہ اسی دن غرض مندوں اور ناداروں کو دے دیتے، مفلوک الحال لوگوں کی خدمت میں خرچ کرتے۔ مرنے کے بعد انہوں نے کوئی مال و منال نہیں چھوڑا بلکہ ان کا مکان بیچ کر ان کا قرضہ ادا کیا گیا۔

(معجم الادباء)

محمد طیب عاطر

اذان دے دوں گا

تاریخ اسلام کے اوراق قانون کی اہمیت و بالادستی، داد رسی اور قانون پر عمل درآمد اور عدل و انصاف کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ اس کا سب سے پہلا اعلان خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر اپنے پہلے خطبہ میں یوں فرمایا:۔

"تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق اس کو نہ دلاؤں، اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کر لوں"

خلیفہ المعتضد (۲۸۹ھ) کے عہد میں پیش آنے والا عدل و انصاف اور داد رسی کا یہ واقعہ عبرت انگیز بھی ہے اور حکمرانوں کے لیے قابل تقلید بھی۔ کفر و ظلم کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ متذکرہ عہد کا ایک تاجر اپنا ایک واقعہ قاضی ابو الحسن محمد بن عبد الواحد الہاشمی سے بیان کرتا ہے اور خلیفہ المعتضد کی انصاف پسندی کو حکمرانوں کے لیے مشعل راہ قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عہد المعتضد کے کسی بڑے حاکم اور با اختیار شخص کے پاس میرا بہت بڑا سرمایہ تھا۔ جو میں نے اسے قابل اعتماد سمجھ کر دے رکھا تھا لیکن جب مجھے ضرورت پیش آئی اور میں نے اپنا مال اس سے مانگا تو اس نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کیا بلکہ مجھے مختلف طریقوں سے باز رکھنے کی کوششیں کیں، یہاں تک کہ اس کے آدمیوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کیا تاکہ میں اپنے مال سے دستبردار ہو جاؤں بالآخر میں نے تھک ہار کر اس کے خیال کو دل سے نکالنے کا سوچ لیا لیکن اتنا مال چھوڑنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ میں اسی ادھیڑ بن میں چلا جا رہا تھا کہ ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی۔ اس سے اپنا واقعہ بیان کیا تو اس نے چھوٹتے ہی کہا کہ کیا تم اس درزی کے پاس گئے ہو جو ایک مسجد میں نماز بھی پڑھاتا ہے۔ تم اس سے ضرور ملو وہ تمہارا مسئلہ حل کر دیگا۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ جب اتنے بڑے بڑے لوگوں کی بات سے کچھ نہ ہوا تو ایک معمولی درزی کیا کریگا۔ بادلِ نخواستہ اس کے پاس گیا۔ اس نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا اور جب اس نے اس حاکم

کے گھر جا کر اسے آواز دی تو وہ ظالم گھبرا کر باہر آیا اور اس درزی کو دیکھتے ہی منت وسماجت کرنے لگا اور بغیر کسی رد و قدح کے اس تاجر کا سارا مال لا کر اس کے سامنے رکھ دیا حالانکہ نہ اس درزی نے اور نہ میں نے مال کے بابت کوئی بات کی تھی ۔

میں خوش خوش اپنا مال لے کر اس درزی کے ساتھ واپس ہوا لیکن اب میرے دل میں عجیب عجیب خیالات آرہے تھے کہ یہ سب کیونکر ہوا اور یہ کہ اس شخص میں کون سی ایسی طاقت ہے کہ وہ خود سر ومغرور حاکم بلی کی طرح دم ہلاتا اس کے آگے کھڑا ہوا ۔ میں نے اس درزی کا شکریہ تو متعدد بار ادا کر دیا لیکن اس کی اصلیت جاننے کے لیے اس سے بالآخر سوال کر ہی دیا کہ بھائی تم نے آخر کیا کیا کہ وہ بالکل ہی پست ہو گیا اور ہمارا بگڑا کام پلک جھپکتے ہی بن گیا ۔

میرے بے حد اصرار پر اس نے اپنا واقعہ سنایا جو کچھ اس طرح تھا ۔ اس نے کہا کہ میں اپنے گھر سے جا رہا تھا کہ دیکھا کہ ایک بہت ہی حسین اور جوان عورت ایک حمام سے نکل کر آ رہی تھی اور اس نے نہایت دیدہ زیب اور قیمتی کپڑے پہن رکھے تھے ۔ اس دوران میرا پڑوسی جو ایک ترکی حاکم تھا اور جو بڑے اختیارات کا مالک تھا نشہ میں مدہوش آیا اور اس عورت سے چمٹ گیا اور اسے زبردستی اپنے گھر کے اندر لانے کی کوشش کرنے لگا ۔ وہ ایک شریف عورت تھی اور انکار پہ انکار کیے جا رہی تھی اور بلند آواز سے کہہ رہی تھی کہ بھائیو ! میرا شوہر موجود ہے اور یہ ظالم حاکم مجھے بری نیت سے اپنے گھر کے اندر لے جانا چاہتا ہے ۔ مجھے بچاؤ کیونکہ میرے شوہر نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر میں نے اس کے گھر کے علاوہ کہیں اور رات گذاروں تو مجھے طلاق ہو جائے گی ۔ اس شخص نے کہا کہ مجھ سے اس کی بے بسی دیکھی نہ گئی میں اس کے پاس گیا اور غیرت دلائی لیکن وہ باز آیا بلکہ مجھے لوہے کے ڈنڈے سے مارا لہٰذا میرا سر پھٹ گیا میں بڑی تگ و دو کرتا رہا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا یہاں تک کہ وہ ظالم اس شریف عورت پہ قابو پا کر اپنے گھر کے اندر لے گیا ۔

میں تھک ہار کر واپس ہوا ۔ اپنا زخم صاف کیا اور بڑی مشکلوں سے عشاء کی نماز پڑھائی پھر اپنے مقتدیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھائیو میرے ساتھ جو کچھ ہوا اور اس عورت کے ساتھ جو ہوا اس سے تم سب اچھی طرح باخبر ہو ۔ ہمارا یہ دینی فرض ہے کہ ہم سب اس ظالم شخص کے پاس جائیں اور کسی طرح سے اس مظلوم عورت کو اس کے پنجے سے نجات دلائیں ۔ سب نمازی تیار ہو کر گئے ۔ لیکن اسی حاکم کے نوکروں نے ہمیں مار مار کر بھاگنے پر مجبور کر دیا اور خاص طور پر مجھے تاک تاک کر اس ظالم شخص نے تشدد کا نشانہ بنایا ۔ ہم لوگ پٹ پٹا کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے لیکن اب میری نیند اڑ چکی تھی اور جیسے جیسے رات گزر رہی تھی میری پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا ۔ میں اس فکر میں تھا کہ کسی نہ طرح اس عورت کو رات ہی کے دوران اس کے گھر جانے کے اسباب پیدا کر دوں تاکہ وہ طلاق جیسی چیز سے بچ جائے ۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں کیوں نہ اسی وقت اٹھ کر صبح کی اذان دے دوں تاکہ وہ شخص یہ سمجھ کر گھر سے نکل جائے کہ صبح ہو گئی ہے اور اس عورت کو بھی اپنے گھر سے نکال دے اور اس طرح

رات ہی کو وہ اپنے شوہر کے گھر پہنچ جائے اور طلاق واقع نہ ہو۔ اس خیال سے میں مینار پر چڑھ گیا اور اذان دے دی۔ اذان دیکر میں اس دروازے کی جانب دیکھنے لگا کہ عورت نکلی یا نہیں لیکن عورت تو نہ نکلی بلکہ بہت سے پیادے اور سوار سپاہی راستوں پر نکل آئے اور میری ہی جانب آنے لگے جب وہ میرے قریب آئے تو مجھ سے پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے بے وقت صبح کی اذان دی ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ شاید انہیں کے ذریعہ میں اس عورت کی کچھ مدد کر سکوں، بول پڑا کہ میں نے اذان دی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ چلئے میرے ساتھ، یہ سن کر میں بڑا پریشان ہوا اور سوچتا رہا کہ اس عورت کی کچھ مدد تو نہ کر سکا اور اب خود بھی مصیبت میں گرفتار ہو رہا ہوں:-

جب دربار میں پہنچا تو خلیفہ کو اپنا منتظر پایا۔ یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے اور خیال آیا کہ اب خیر نہیں ہے خلیفہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے بے وقت اذان کیوں دی نہ جانے کتنے روزہ داروں اور نمازیوں کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ سچ سچ بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے۔ اس پر میں نے امیر المومنین سے کہا کہ اگر جان کی امان پاؤں تو واقعہ بیان کروں امیر المومنین نے مجھے قریب بلایا اور تسلی دی پھر فرمایا تم بلا خوف و خطر سارا واقعہ بتاؤ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔

امیر نے جب یقین دہانی کرائی تب میں نے پوری داستان من و عن ان کے سامنے دھرا دی۔ یہ سن کر خلیفہ بڑے خفا ہوئے اور سپاہیوں سے کہا کہ تم لوگ ابھی جاؤ اور اس بدبخت کو جس حالت میں بھی ہو میرے سامنے پیش کرو اور ساتھ ہی اس عورت کو بھی لیتے آنا۔ سپاہی تعمیل حکم کے لیے فوراً روانہ ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس حاکم اور عورت دونوں کو ان کے روبرو پیش کر دیا خلیفہ نے عورت کو تو عزت کے ساتھ اپنے معتمد عورتوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے اس کے گھر چھوڑ آؤ اور میری طرف سے اس کے شوہر کو کہنا کہ یہ مجبور تھی اور یہ کہ اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کرے۔ پھر اس حاکم کی جانب متوجہ ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم نے ایسی حرکت کیوں کی اور اتنے بڑے جرم کی ہمت تمہیں کیونکہ ہوئی۔ کیا تمہارے پاس تمہاری بیوی اور باندیاں نہیں ہیں۔ اس پر اس نے تمام تفصیل بتائی کہ اس کی اتنی بیوی اور اتنی باندیاں ہیں۔ یہ سن کر خلیفہ نے غصہ سے کہا کہ ان سب کے باوجود تم نے حدود اللہ کو توڑا اور خدا کا ذرا خوف نہ کیا یہ کہہ کر انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں زنجیروں میں بندھوا دیئے اور اوپر سے پورے جسم پر کپڑا لپیٹ کر لوہے کے ڈنڈوں سے خوب پٹوایا۔ یہاں تک کہ میں خود بھی خوف زدہ ہو کر کانپنے لگا اور بالآخر اس ظالم اور زانی امیر کو دریائے دجلہ میں ڈلوا دیا اور اس طرح امیر المومنین نے قانون اور انصاف کے پرچم کو بلند کر دیا۔

اس کے بعد خلیفہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم بلا خوف اسی طرح غلط حرکتوں کی نشاندہی کرتے رہو خواہ اس کے مرتکب سرکاری حکام یا پولیس کے سپاہی یا بڑے سے بڑا افسر ہی کیوں نہ ہو۔ تمہیں جب بھی کہیں ظلم اور بے انصافی نظر آئے فوری طور پر مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو اور اگر میں کسی وجہ سے فوری طور پر نہ مل سکوں

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)
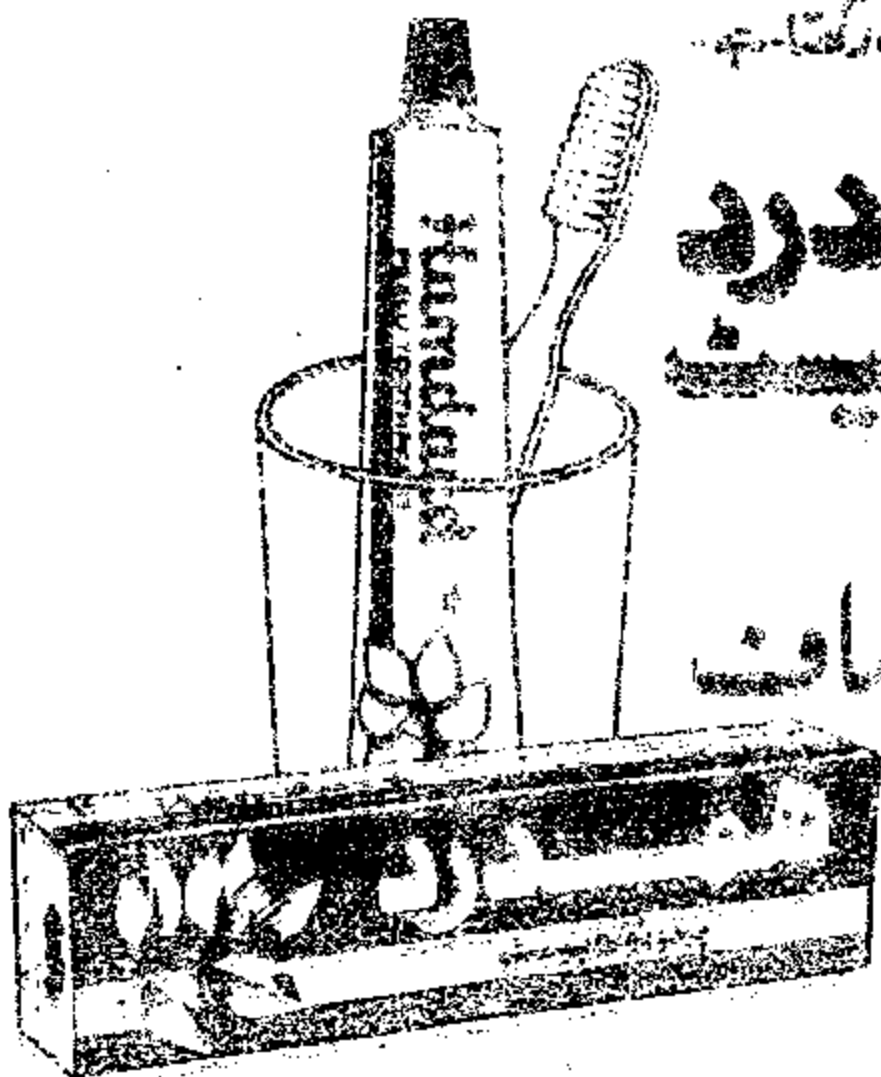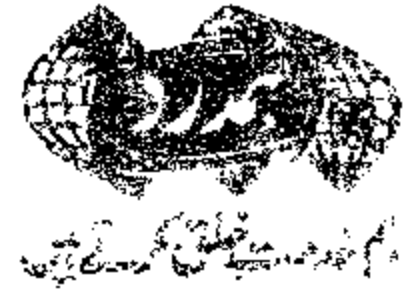
پیلو کی بازیافت
PEELU TO
مسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
پیلو کے اوصاف
مسوڑے مضبوط، دانت صاف
اوائلِ اخلاق
پاکستان سے محبت کرو - پاکستان کی تعمیر کرو

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی، مانچسٹر

اعدائے اسلام کا واویلا

برطانوی وزیر خارجہ ڈگلس ہرڈ نے اسلامی بنیاد پرستی کو عالمی امن کے لئے بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ ایک حصہ مغربی ممالک کے خلاف ہے اور دوسرا مغربی ممالک کا دوست ہے۔ بنیاد پرست مسلمان سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد اب دنیا کے امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ (جنگ لندن ۱۳ مارچ)

برطانوی وزیر خارجہ کے اس معاندانہ پروپیگنڈہ کے ساتھ ساتھ یورپ اور امریکی حکمرانوں اور ان کے حواریوں کے بیانات، اعلانات پر بھی ایک نظر دوڑائیں تو صاف پتہ چل جائے گا کہ اس وقت اعدائے اسلام اور غیر مسلم قوتوں نے پوری شدت کے ساتھ یہی ترانہ شروع کر رکھا ہے۔ کسی بھی اسلامی ملک میں ذرا سی احیاء اسلام کی لہراٹھتی اور اسلامی قوانین کے اپنانے کی بات چلتی ہے تو ان قوتوں کی راتوں کی نیندیں حرام ہوجاتی ہیں اور اپنے بیانات میں جب تک اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف زہر نہیں اگلا جاتا۔ وہاں تک ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ گویا اس وقت دنیا میں اسلام اور اہل اسلام امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں" اور جب تک اہل اسلام کو مذہبی، سیاسی اقتصادی طور پر تباہ نہیں کیا جائے گا۔ وہاں تک دنیا میں امن کا قائم ہونا محال ہے اور یہ چیز اخبارات، پمفلٹ، ٹی وی کی عالمی خبروں، ریڈیو پروگراموں اور تبصروں میں بڑے زور و شور سے مسلسل جاری ہے۔

یہ بنیاد پرستی جو اس وقت اعدائے اسلام کے لئے درد سر بنی ہوئی ہے کیا چیز ہے؟ اس کی تشریح شاید وہ خود بھی نہ کرسکیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اعدائے اسلام نے حقائق کو مسخ کرنے کی جو سازش کی ہمارے مسلمان حکمرانوں نے بھی اسی کا راگ الاپنا شروع کردیا ہے اور وہ بھی بار بار بنیاد پرستی کا ایک طعنہ سمجھ کر اس کی تردید کرتے پھر رہے ہیں۔ کسی اسلامی ملک کے حکمران نے ان سے یہ پوچھنے کی جرات نہ کی کہ جس بنیاد پرستی کے حوالہ سے مسلمانوں کو بار بار مطعون کیا جارہا ہے۔ وہ ہے کیا؟ کیا اسلام کو ماننا۔ اس کے تقاضوں پر عمل کرنا۔ اسلامی قوانین کا اجراء اور شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے اصولوں سے ملک کی تعمیر کرنا بنیاد پرستی ہے یا اس کا کوئی اور مفہوم و مطلب ہے؟ اور پھر یہ بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ آخر یہودی بھی تو بنیاد پرست ہیں۔ اور اپنی مفروضہ بنیادوں پر ہی تحریک چلا رہے ہیں۔ ان کے ایوانوں میں بنیاد پرستی کے مظاہر موجود ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کی بنیاد پرستی نظر نہیں آتی۔ کیا ان کے کرتوت امن عالم کے لئے خطرہ نہیں؟ ہمارے خیال میں اعدائے اسلام کا یہ نعرہ دراصل اپنی شناخت برقرار رکھنے کے لئے ہے۔ اگر یہ نعرہ نہ لگایا جائے تو

انہیں اپنا وجود سنبھالنا بھی مشکل ہوجائے گا ۔ اس لئے انہیں بار بار " اسلامی بنیاد پرستی " کے خلاف زہر اگلنا ہی پڑتا ہے ۔

موجودہ حالات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے اور عالمی نقشے سے اس کا نام و نشان مٹ جانے کے بعد امریکی اور مغربی قوتیں اس خوش فہمی میں مبتلا تھیں کہ اب ساری دنیا بشمول اسلامی ممالک ان کے زیر اثر آجائیں گے اور ہر جگہ صلیبی پرچم لہرائے گا اور بڑی آسانی کے ساتھ ان ممالک کو امریکی و مغربی طرز و انداز اپنانے کی تلقین ہی نہیں مجبور کردیا جائے گا ۔

مگر صورت حال اس کے برعکس ہوگئی ۔ احیاء اسلام کی لہر جو گزشتہ چند سالوں سے صرف اسلامی ممالک میں ہی نہیں غیر اسلامی ممالک میں بھی اپنا وجود منوا چکی تھیں ۔ سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگی ۔ کل تک جو لوگ اسلام سے متنفر تھے یا کردیئے گے تھے ۔ آج اسلام سے مانوس ہورہے ہیں ۔ جن گھرانوں کے دروازے پر اسلام کا آنا ممنوع قرار دیا گیا تھا ۔ اسلام انہیں گھرانوں میں اپنی جگہ بنا چکا ہے ۔ اسلامی عقائد و عبادات اخلاق و معاملات تہذیب و تمدن کی خوبیاں سب پر آشکار ہوچکی ہیں ۔ امریکی صدراتی امیدوار مسٹر بوکانن کا یہ اعتراف تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہوچکا ہے کہ اسلام پوری دنیا کو متاثر کررہا ہے ۔ (جنگ ۲۴ مارچ)

یہ شواہد اس بات کو واضح کررہے ہیں امریکی اور مغربی قوتیں خوفزدہ ہیں ۔ پریشان ہیں ۔ ان کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے ۔ اور یہی وہ لہر ہے جو ان نام نہاد مفکروں کو ایک بڑا خطرہ نظر آرہی ہے ۔ اسی سے بچنے بچانے کے لئے رات دن یہ شور مچایا جارہا ہے کہ " اسلام امن عالم کے لئے خطرہ ہے ۔ بچو ۔ بچو ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ان کے لئے ضرور خطرہ ہے ۔ جو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں ۔ خطرہ ان ایوانوں کو ہے جہاں اسلام کے خلاف منصوبے بنائے جاتے ہیں ۔ اور خطرہ ان کے لئے ہے جنہوں نے آج تک اسلام کو ایک منفی انداز میں پیش کرنے کی شرارتیں کی ہیں ۔

ہم سمجھتے ہیں کہ امریکی اور برطانوی مفکروں کا یہ واویلا در حقیقت ان کی بوکھلاہٹ کا غماز ہیں اور ان کا خیال ہے کہ احیاء اسلام کی لہر کو روکنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اسلام کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا جائے ۔ اور اہل اسلام کو مغربی سیاسی اور اقتصادی طور پر کنگال کرنے کے منصوبے بنائیں جائیں ۔

لیکن ۔ انہیں شاید پتہ نہیں کہ اسلام ان دھمکیوں سے اپنا راستہ بدلنے والا نہیں اور غلط ملط پروپیگنڈہ سے اپنا رخ موڑنے والا نہیں ۔ یہ آگے بڑھ رہا ہے ۔ اور انشاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا ۔ دنیا کی کوئی طاقت اب اس کا راستہ نہیں روک سکتی ۔

یریدون لیطفئا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ ولم کرہ الکافرون

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(۲۵ مارچ ۱۹۹۲ء)

ادبیات

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

لٹ رہا ہے عالم اسلام یوں فریاد ہے
کیسی آئی گردشِ ایام یوں فریاد ہے

مجلسِ اقوام امریکہ کی تابع بن گئی
سو گئی ہے غیرتِ اقوام یوں فریاد ہے

چارسو دنیا میں ہے مسلم خدایا خستہ حال
ہر جگہ رسوا ہے اور بدنام یوں فریاد ہے

غیرتِ ملّی دہائی دے رہی ہے آجکل
ناامیدی کی فضا ہے عام یوں فریاد ہے

رو رہی ہے مسجد اقصیٰ یہ ارض قدس بھی
خامشی کا یہ نہیں ہنگام یوں فریاد ہے

مرغزاروں لالہ زاروں یہ چناروں کی زمین
جل رہی ہے ہم کریں آرام یوں فریاد ہے

دیدۂ فانیؔ ہے اب مصروف گریہ روز و شب
کون ہے اب موردِ الزام؟ یوں فریاد ہے

۳۰؍جولائی ۱۹۹۲ء
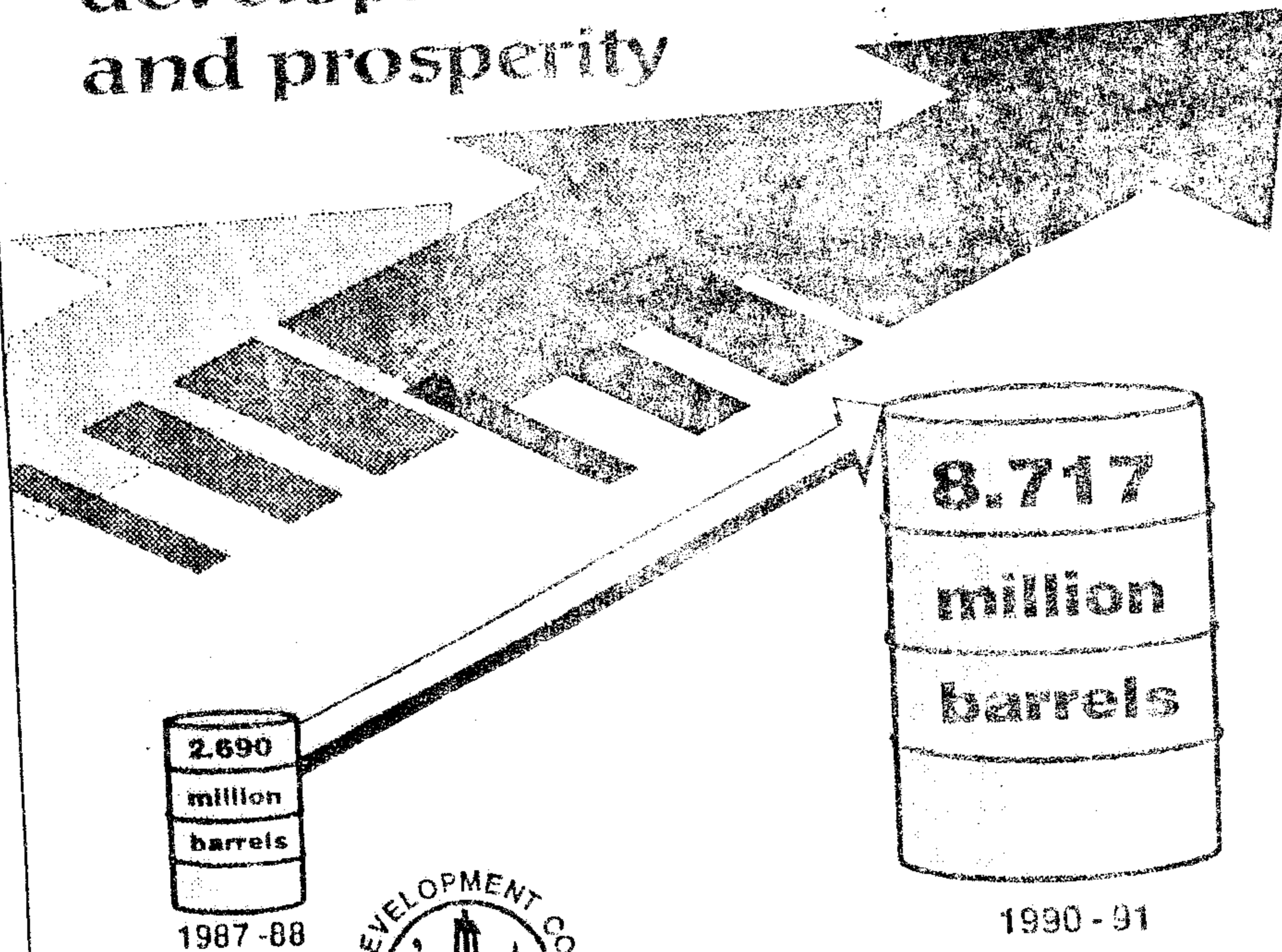
New outlook on oil and gas
paving the way to
development
and prosperity
2.690
million
barrels
1987-88
8.717
million
barrels
1990-91
OIL & GAS DEVELOPMENT CORPORATION
OGDC
OIL & GAS
DEVELOPMENT
CORPORATION
Three fold increase
in oil production
by rapid development
of the newly discovered
fields and optimum
production from the
old fields.
OGDC is now the principal
oil producer in Pakistan
PID (I)
MPL Ibd.